ماہنامہ
انصار اللہ

ایڈیٹر
نصیر احمد انجم

بادشاہ سے بڑھ کر خوش قسمت

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل...... نے فرمایا:

"یاد رکھو کہ زندگی کے لئے یہ چالاکیاں، یہ ساز و سامان کی حرص مفید نہیں بلکہ قرآن مجید کی سچی فرمانبرداری کرو۔ میرا تو یہ اعتقاد ہے کہ اِس کتاب کا ایک رکوع اِنسان کو بادشاہ سے بڑھ کر خوش قسمت بنا دیتا ہے"۔

(خطباتِ نور صفحہ 476)

ستمبر 2007ء

تبوک 1386 ہش

احمدی انصار کی تربیت کیلئے

ماہنامہ انصار اللہ

ایڈیٹر: نصیر احمد قمر

تبوک 1386ھش ستمبر 2007ء

جلد 48

شمارہ 9

فون نمبر: 047-6212982 فیکس نمبر 047-6214631

ای میل: ansarulahpakistan@gmsil.com

نائبین

- ریاض محمود باجوہ
- محمود احمد اشرف
- صفدر نذیر گولیکی

پبلشر: عبد المنان کوثر

پرنٹر: طاہر مہدی امتیاز احمد وڑائچ

کمپوزنگ اینڈ ڈیزائننگ: انیس احمد

مقام اشاعت: دفتر انصار اللہ

دار الصدر جنوبی، چناب نگر (ربوہ)

مطبع: ضیاء الاسلام پریس

شرح چندہ: (پاکستان)

سالانہ .... ایک سو روپیہ

قیمت فی پرچہ .... 10 روپے

اس شمارہ میں

اداریہ 2

القرآن: روزہ اور اس کی فرضیت 4

حدیث نبویؐ: 5

عربی منظوم کلام 6

فارسی منظوم کلام 7

اردو منظوم کلام 8

کلام الامام: ’’روزہ کی اہمیت‘‘ 9

رمضان المبارک کے مسائل .... 10۔12

رمضان المبارک سے متعلق ارشادات

حضرت مسیح موعود علیہ السلام .... 13۔16

تحریر و ترتیب: مکرم ریاض محمود باجوہ صاحب

محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے تقاضے .... 17 تا 23

ابن کریم

’’سر سید احمد خان اور علی گڑھ تحریک ......‘‘ پر تبصرہ .... 24 تا 32

مکرم عاصم جمالی صاحب

کتاب ’’ضرورۃ الامام‘‘ کا تعارف .... 33 تا 36

غزل مکرم چوہدری محمد علی صاحب 37

نتیجہ امتحان سہ ماہی دوم .... 38 تا 40

مرسلہ: قیادت تعلیم مجلس انصار اللہ پاکستان

ادار یہ

’’رمضان المبارک سے جُڑی ایک یاد‘‘

رمضان المبارک کے آمد آمد ہے ۔ روحانیت کا موسم بہار شروع ہونے کو ہے ۔ ہم خوش قسمت ہیں کہ ایک مرتبہ پھر ہماری زندگیوں میں یہ سنہرے دن آئے اور خوش نصیب ہیں جوان دنوں سے کماحقہٗ فائدہ اٹھائیں۔

رمضان المبارک میں ہمارے لئے کئی مواقع مہیا ہوتے ہیں۔ جدوجہد، جفاکشی، قوت برداشت، سبقت فی الخیرات اور سب سے بڑھ کر تقرب الی اللہ کے مواقع آ گئے ہیں۔ عبادت کے ذریعے اپنے رب کو راضی کرنے بلکہ وہ یاداز لی کمانے کے ایام آن پہنچے۔

رمضان المبارک کے حوالے سے تاریخ کا ایک واقعہ آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کفار مکہ کی چیرہ دستیوں سے تنگ آ کر باذن الٰہی مدینہ ہجرت کر کے آئے مگر کفار مکہ کے سینوں میں جو آتش حسد بھڑک رہی تھے وہ پھر بھی بجھنے نہ پائی اور وہ مدینہ میں بھی لڑائی کے لئے آئے ۔ ۲ ہجری میں رمضان المبارک کے ایام میں غزوہ بدر کا معرکہ ہوا۔ یہ معرکہ کیا تھا۔ ایک طرف 313 نہتے جانثار جس میں بوڑھے، بچے کمزور سب شامل تھے دوسری طرف مکہ کے چنیدہ جانباز اور لڑاکا افراد پر مشتمل ایک ہزار کا لشکر جرّار جو ہر طرح کے اسلحہ سے لیس اور پورے کرّ وفر کے ساتھ میدانِ وغا میں وارد ہوا۔

پھر کیا ہوا............رسول خدا مومنین کی یہ بے بسی کی کیفیت بھانپ کر اپنے خیمہ میں

تشریف لائے اور دست بدعا ہوئے آپ نے بارگاہ خداوندی میں یوں التجا کی۔

اَللّٰھُمَّ اِنْ اَھْلَکْتَ ھٰذِہِ الْعِصَابَۃَ فَلَنْ تُعْبَدْ فِی الْاَرْضِ اَبَدًا .

اے اللہ! آج تیرے یہ مٹھی بھر عبادت گزار بندے، یہ گروہ پاکبازاں جو میں نے بڑی محنت و جانفشانی سے تیار کیا ہے۔ بتوں کے آستانوں کے آگے جھکی ہوئی ان کی گردنیں اُٹھا کر تیرے چرنوں میں لا بٹھایا ہے۔

آج اگر یہ ہلاک ہو گئے تو مولا کریم تیرے نام لیوا، تیری عبادت کرنے والے مٹ جائیں گے۔

قارئین محترم! نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا تعالیٰ کو اس کی عبادت کا واسطہ دیا۔ توحید کا ذکر کیا۔ تو خدا تعالیٰ کی رحمت کو جنبش ہوئی۔ آپ کی دعائیں عرش پر پہنچیں اور آپ کے نالے رسا ہوئے۔ خدا تعالیٰ نے اپنے فرشتے بھیج کر ان کمزوروں کو طاقت بخشی اور کفار کو شکست فاش ہوئی۔ ان کے بڑے بڑے سورما مارے گئے۔ عتبہ، شیبہ، ولید جن کی بہادری پر وہ نازاں تھے وہ سب خاک آلود ہوئے۔

پس بدر کی عظیم الشان فتح جو رمضان المبارک میں ہوئی ہمیں ذہن نشین رکھنی چاہیئے اور اس رمضان المبارک میں خدا کو اِس کی عبادت کا واسطہ دے کر اس کی رحمتوں کا طلبگار رہنا چاہیئے۔ خدا تعالیٰ دینِ حق کی نصرت فرمائے اور اُس کے نام لیوا، اس کے عبادت گزار بڑھتے اور پھیلتے جائیں اور کل عالم کو محبت اور عملی نمونہ سے اپنے زیر نگیں کر لیں۔ آمین

القرآن

روزہ اور اس کی فرضیت

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى
الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۴﴾ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ فَمَنْ
كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ
وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ؕ فَمَنْ تَطَوَّعَ
خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ ؕ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۵﴾

(سورہ بقرہ:184-185)

ترجمہ: اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! تم پر روزے اسی طرح فرض کر دیئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تا کہ تم تقویٰ اختیار کرو۔ گنتی کے چند دن ہیں۔ پس جو بھی تم میں سے مریض ہو یا سفر پر ہو تو اسے چاہیئے کہ وہ اتنی مدت کے روزے دوسرے ایام میں پورے کردے۔ اور جو لوگ اس کی طاقت رکھتے ہوں ان پر فدیہ ایک مسکین کو کھانا کھلانا ہے۔ پس جو کوئی بھی نفلی نیکی کرے تو یہ اس کے لئے بہت اچھا ہوگا اور تمہارا روزے رکھنا تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو۔

(اردو ترجمہ از حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ)

حدیث نبوی ﷺ

روزہ اور اس کی برکات

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: قَالَ اللّٰہُ عَزَّ وَ جَلَّ : کُلُّ عَمَلٍ ابْنِ اٰدَمَ لَہٗ اِلَّا الصِّیَامَ فَاِنَّہٗ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِہٖ. وَالصِّیَامُ جُنَّۃٌ فَاِذَا کَانَ یَوْمُ صَوْمِ اَحَدِکُمْ فَلَا یَرْفُثْ وَلَا یَصْخَبْ فَاِنْ سَابَّہٗ اَحَدٌ اَوْ قَاتَلَہٗ فَلْیَقُلْ: اِنِّیْ صَآئِمٌ. وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہٖ لَخُلُوْفُ فَمِ الصَّآئِمِ اَطْیَبُ عِنْدَ اللّٰہِ مِنْ رِیْحِ الْمِسْکِ. لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ یَفْرَحُھُمَا اِذَا اَفْطَرَ فَرِحَ، وَاِذَا لَقِیَ رَبَّہٗ فَرِحَ بِصَوْمِہٖ

(بخاری کتاب الصوم باب ھل یقول انی صائم اذا شُتِمَ)

ترجمہ: — حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے انسان کے سب کام اس کے اپنے لئے ہیں مگر روزہ میرے لئے ہیں اور میں خود اس کی جزا بنوں گا یعنی اس کی اس نیکی کے بدلہ میں اسے اپنا دیدار نصیب کروں گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے روزہ ڈھال ہے، پس تم میں سے جب کسی کا روزہ ہو تو نہ وہ بیہودہ باتیں کرے نہ شور و شر کرے اگر اس سے کوئی گالی گلوچ ہو یا لڑے جھگڑے تو وہ جواب میں کہے کہ میں نے تو روزہ رکھا ہوا ہے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں محمدؐ کی جان ہے! روزے دار کے منہ کے بُو اللہ تعالیٰ کے نزدیک کستوری سے بھی زیادہ پاکیزہ اور خوشگوار ہے۔ کیونکہ اس نے اپنا یہ حال خدا تعالیٰ کی خاطر کیا ہے۔ روزہ دار کے لئے دو خوشیاں مقدر ہیں ایک خوشی اسے اس وقت ہوتی ہے جب وہ روزہ افطار کرتا ہے اور دوسری اس وقت ہوگی جب روزے کی وجہ سے اسے اللہ تعالیٰ کی ملاقات نصیب ہوگی۔

عربی منظوم کلام

وَمَا الْخُسْرَانُ فِیْ مَوْتٍ بتقویٰ

تَذَکَّرْ یَا اَخِیْ یَوْمَ التَّنَادِیْ
وَتُبْ قَبْلَ الرَّحِیْلِ اِلَی الْمَعَادِ

اے میرے بھائی! حشر کے دن کو یاد کر اور آخرت کی طرف کوچ سے پہلے توبہ کر لے

فَاَخْرِجْ کُلَّ حِقْدِکَ مِنْ جَنَانٍ
وَزَکِّ النَّفْسَ مِنْ سَمِّ الْعِنَادِ

اپنے ہر کینے کو دل سے نکال ڈال اور پاک کر نفس کو دشمنی کے زہر سے

وَخَفْ قَھْرَ الْمُھَیْمِنِ عِنْدَ ذَنْبٍ
وَقِفْ ثُمَّ انْتَھِجْ سُبُلَ الرَّشَادِ

اور نگران خدا کے قہر سے گناہ کرنے کے وقت ڈر اور (گناہ سے) رُک۔ پھر ہدایت کے راستوں پر چل

وَمَا الْخُسْرَانُ فِیْ مَوْتٍ بتقویٰ
وَخُسْرُ الْمَرْءِ فِیْ سُبُلِ الْفَسَادِ

اور تقویٰ کے ساتھ مرنے میں کوئی خسارہ نہیں ہے انسان کا خسارہ تو فساد کی راہوں میں ہوتا ہے۔

وَکَانَ نَصِیْحَۃً لِلّٰہِ فَرْضِیْ
فَقَدْ بَلَّغْتُ فَرْضِیْ بِالْوِدَادِ

اور خدا کے لئے نصیحت کرنا میرا فرض تھا اور میں نے اپنا فرض دوستانہ جذبات کے ساتھ پورا کر دیا۔

(القصائد الاحمدیہ مترجم صفحہ 20-23)

فارسی منظوم کلام

خلق و عالم ز قدرتت حیراں

اے خداوندِ خلق و عالمیان
خلق و عالم ز قدرتت حیراں

اے جہانوں اور مخلوقات کے آقا دنیا اور مخلوق تیری قدرت سے حیران ہے۔

چہ مہیب ست شان و شوکتِ تو
چہ عجیب ست کار و صنعتِ تو

اے دوستو! اپنی عمر کے دو دن دین کے کام میں گذارو کہ آخر کار مرنے کی گھڑی سینکڑوں حسرتیں لے کر آ جائے گی

حمد را با تو نسبت از آغاز
نے دراں کس شریک نے انباز

شروع ہی سے حمد کا تیرے ساتھ تعلق ہے اور اس معاملہ میں نہ کوئی تیرا شریک ہے نہ ہمسر

خلق جوید پناہ و سایۂ کس
واں پناہِ ہمہ تو ہستی و بس

مخلوق کسی کی پناہ اور سایہ ڈھونڈتی ہے مگر سب کی پناہ صرف تیری ذات ہے

ہر کہ نالد بدر گہت بہ نیاز
بختِ گم کردہ را بیابد باز

جو تیرے حضور میں عاجزی سے روتا ہے وہ اپنی گم گشتہ قسمت کو دوبارہ پاتا ہے۔

(براہین احمدیہ روحانی خزائن جلد اوّل صفحہ 15-16)

اردو منظوم کلام

اے حُبِّ جاہ والو! یہ رہنے کی جا نہیں

لوگو! سُنو! کہ زندہ خُدا وہ خدا نہیں
جس میں ہمیشہ عادتِ قدرت نما نہیں

بن دیکھے دِل کو دوستو! پڑتی نہیں ہے کل
قِصّوں سے کیسے پاک ہو یہ نفسِ پُرخلل

کیونکر مِلے فسانوں سے وہ دلبرِ ازل
گر اِک نشاں ہو ملتا ہے سب زندگی کا پھل

اے سونے والو! جاگو کہ وقتِ بہار ہے
اب دیکھو آکے دَر پہ ہمارے وہ یار ہے

کیا زندگی کا ذوق اگر وہ نہیں ملا
لعنت ہے ایسے جینے پہ گر اُس سے ہیں جُدا

اس رُخ کو دیکھنا ہی تو ہے اصلِ مُدّعا
جنّت بھی ہے یہی کہ مِلے یارِ آشنا

اے حُبِّ جاہ والو! یہ رہنے کی جا نہیں
اس میں تو پہلے لوگوں سے کوئی رہا نہیں

(درثمین اردو صفحہ 104 تا 106 مطبوعہ رقیم پریس لنڈن)

کلام الامام

روزہ کی اہمیت

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"صوفیا نے لکھا ہے کہ ماہ تنویر قلب کے لئے عمدہ مہینہ ہے کثرت سے اس میں مکاشفات ہوتے ہیں۔ صلوٰۃ تزکیہ نفس کرتی ہے اور صوم تجلی قلب کرتا ہے تزکیہ نفس سے مراد یہ ہے کہ نفس امارہ کی شہوات سے بُعد حاصل ہو جائے اور تجلی قلب سے مراد یہ ہے کہ کشف کا دروازہ اس پر کھلے کہ خدا کو دیکھ لے۔ پس اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ (البقرہ:۱۸۶) میں یہی اشارہ ہے اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ روزہ کا اجر عظیم ہے لیکن امراض اور اغراض اس نعمت سے انسان کو محروم رکھتے ہیں......

ایک دفعہ میرے دل میں خیال آیا کہ فدیہ کس لئے مقرر کیا گیا ہے تو معلوم ہوا کہ توفیق کے واسطے ہے۔ تا کہ روزہ کی روفیق اس سے حاصل ہو۔ خدا تعالیٰ ہی کی ذات ہے جو توفیق عطا کرتی ہے اور ہر شئے خدا تعالیٰ ہی سے طلب کرنی چاہیئے۔ خدا تعالیٰ تو قادر مطلق ہے وہ اگر چاہے تو ایک مدقوق کو بھی روزہ کی طاقت عطا کرسکتا ہے تو فدیہ سے یہی مقصود ہے کہ وہ طاقت حاصل ہو جائے اور یہ خدا تعالیٰ کے فضل سے ہوتا ہے۔ پس میرے نزدیک خوب ہے کہ (انسان) دعا کرے کہ الٰہی یہ تیرا مبارک مہینہ ہے اور میں اس سے محروم رہا جاتا ہوں اور کیا معلوم کہ آئندہ سال زندہ رہوں یا نہ۔ یا ان فوت شدہ روزوں کو ادا کرسکوں یا نہ۔ اور اس سے توفیق طلب کرے تو مجھے یقین ہے کہ ایسے دل کو خدا تعالیٰ طاقت بخش دے گا۔

اگر خدا تعالیٰ چاہتا تو دوسری امتوں کی طرح اس امت میں کوئی قید نہ رکھتا مگر اس نے قیدیں بھلائی کے واسطے رکھی ہیں میرے نزدیک اصل یہی ہے کہ جب انسان صدق اور کمال اخلاص سے باری تعالیٰ میں عرض کرتا ہے کہ اس مہینہ میں مجھے محروم نہ رکھ تو خدا تعالیٰ اسے محروم نہیں رکھتا اور ایسی حالت میں اگر انسان ماہ رمضان میں بیمار ہو جائے تو یہ بیماری اس کے حق میں رحمت ہوتی ہے۔ کیونکہ ہر ایک عمل کا دارومدار نیت پر ہے مومن کو چاہیے کہ وہ اپنے وجود سے اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کی راہ میں دلاور ثابت کردے جو شخص کہ روزے سے محروم رہتا ہے مگر اس کے دل میں یہ نیت دردِ دل سے تھی کہ کاش میں تندرست ہوتا۔ اور روزہ رکھتا اور اس کا دل اس بات کے لئے گریاں ہے تو فرشتے اس کے لئے روزے رکھیں گے بشرطیکہ وہ بہانہ جُو نہ ہو۔"

(ملفوظات جلد دو صفحہ 561-563)

رمضانُ المبارک کے مسائل

اسلامی عبادات میں سے روزہ ایک خاص عبادت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں روزوں کی فرضیت کا حکم نازل فرمایا ہے اور اسے تقویٰ کے حصول کا ایک بہترین ذریعہ قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر بالغ مسلمان پر رمضان المبارک کے روزے فرض ٹھہرائے ہیں۔ رمضان المبارک کی خیر و برکت کے ذکر کے بعد فرمایا ہے **فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ** کہ جو شخص اس مہینہ میں حاضر ہو یعنی مسافر اور بیمار نہ ہو اس کے لئے لازمی ہے کہ اس کے روزے رکھے۔

رمضان المبارک کے مسائل از روئے قرآن مجید اور احادیث نبویہؐ حسب ذیل ہیں:۔

پہلا مسئلہ: تندرست اور مقیم ...... پر روزے رکھنے لازمی ہیں ورنہ وہ اللہ تعالیٰ کا نافرمان قرار پائے گا۔

دوسرا مسئلہ: بیمار اور مسافر ...... کے لئے ضروری ہے کہ بیماری اور سفر کی وجہ سے اس کے جتنے روزے رہ جائیں انہیں دوسرے دنوں میں پورا کرے قرآن پاک کے الفاظ **وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ اَيَّامٍ اُخَرَ** صاف دلالت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بیمار اور مسافر کے رمضان کے روزے بعد میں ہی پورے ہوتے ہیں۔ گویا انہیں رمضان میں روزہ نہ رکھنا چاہیے۔ سفر کی حد بندی عرف عام کے مطابق ہوگی اور بیماری کے متعلق ماہر کی رائے حجت ہوتی ہے۔ ڈیوٹی کے طور پر مستقل سفر کرنے والا مسافر نہیں ہوتا۔

تیسرا مسئلہ: روزہ کھانے، پینے اور ازدواجی تعلقات کو طلوع صبح صادق سے لے کر غروبِ آفتاب تک ترک کرنے کا نام ہے۔

چوتھا مسئلہ: رمضان المبارک قمری مہینہ ہے جس کا آغاز چاند کے ہونے پر ہوتا ہے۔ رمضان سے پہلے مہینہ یعنی شعبان کی انتیس تاریخ کو شام کو اگر نیا چاند نظر آجائے تو اُسی وقت رمضان شروع ہو جائے گا ورنہ شعبان کے تیس دن پورے ہونے پر رمضان المبارک شروع ہوگا۔

پانچواں مسئلہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک کو **شَهْرُ الْمُوَاسَاةِ** یعنی ہمدردی کا مہینہ قرار دیا ہے۔ اس مہینہ میں صدقہ و خیرات پر زور دینا لازمی ہے۔

چھٹا مسئلہ: جو شخص دائمی بیماری یا بڑھاپے وغیرہ کے باعث مستقل طور پر روزہ نہیں رکھ سکتا اس کے لئے ضروری ہے کہ ایک مسکین کا کھانا بطور فدیہ ادا کرے۔ ایسی عورت جو اپنے حالات کے ماتحت دورانِ سال بھی روزہ نہ رکھ سکتی ہو بیمار کے حکم میں ہوگی۔

ساتواں مسئلہ: ایامِ حیض میں عورت روزے نہ رکھے ان کی قضاء دوسرے ایام میں کرے۔

آٹھواں مسئلہ: روزے بلوغت پر فرض ہوتے ہیں۔روزوں کی بلوغت عام حالات میں اٹھارہ سال ہوتی ہے۔ شوق پیدا کرنے کے لئے اس سے پہلے بھی کچھ روزے رکھنے چاہئیں۔

نواں مسئلہ: روزہ رکھنے کی نیّت رات سے کرنی مناسب ہے۔روزہ کے لئے سحری کھانے کا تاکیدی حکم ہے۔

دسواں مسئلہ: غروبِ آفتاب پر فی الفور روزہ افطار کرنا چاہیے۔شک اور وہم کی بناء پر بلاوجہ تاخیر نہیں کرنی چاہیے۔

گیارھواں مسئلہ: روزہ کھجور پانی یا حسبِ پسند کھانے یا پینے کی چیز سے افطار ہو سکتا ہے۔

بارھواں مسئلہ: روزہ داران کے وقت اگر بھول کر کوئی چیز کھا پی لے تو اس کا روزہ شرعاً قائم رہتا ہے اور اس کے ثواب میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

تیرھواں مسئلہ: جب صبح صادق کو سفید دھاری نمودار ہو جائے تو روزہ کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔فجر کی اذان کا آگے پیچھے ہو جانا اس پر اثر انداز نہیں ہوتا۔گو یہ اسلامی دستور ہے کہ مؤذن عین وقت پر فجر کی اذان دیا کرے۔

چودھواں مسئلہ: وصال کے روزے یعنی سحری یا افطاری کے بغیر مسلسل روزے رکھتے چلے جانا ...... میں جائز نہیں۔ اس سے انسان کی صحت پر بھی بُرا اثر پڑتا ہے۔

پندرھواں مسئلہ: روزہ کا افطار کرانا بھی خاص ثواب کا موجب ہے۔اس سے روزہ دار کے ثواب میں کسی قسم کی کمی واقع نہیں ہوتی۔

سولہواں مسئلہ: روزہ دار مسواک کر سکتا ہے۔عند الضرورت سُرمہ بھی لگا سکتا ہے۔گرمی کی شدّت میں عام غسل کے علاوہ سر پر پانی بھی ڈال سکتا ہے۔

سترھواں مسئلہ: رمضان میں کثرت سے قرآن مجید کا پڑھنا اور سُننا لازمی ہے۔تراویح میں شرکت پسندیدہ ہے۔ علیحدہ حسبِ دستور اپنی تہجد بھی پڑھنا بھی بہتر ہے۔

اٹھارھواں مسئلہ: رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرنا سُنّت ہے۔اعتکاف بالعموم جامع ...... میں ہوتا ہے۔ معتکف کا روزہ دار ہونا مسنون ہے۔اعتکاف میں رمضان المبارک کی فجر کی نماز کے بعد سے شروع ہوتا ہے اَولیٰ ہے۔

انیسواں مسئلہ: معتکف کے لئے رمضان کی راتوں میں بھی ازدواجی تعلقات کی ممانعت ہے وہ دن میں مسجد میں قیام کرے گا۔ذکر الٰہی تلاوتِ قرآن پاک اور دعاؤں میں سارا وقت صرف کرے گا۔سوائے قضائے حاجت اور اشد مجبوری کے اسے مسجد سے باہر جانے کی اجازت نہیں ہوتی۔

بیسواں مسئلہ: آخری عشرہ میں عموماً طاق راتوں میں سے کوئی رات لیلۃ القدر ہوتی ہے جو بڑی بابرکت ہوتی ہے

قبولیتِ دعا کا خاص موقعہ ہوتا ہے۔ اس رات کے لئے ایک مسنون دُعا اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ بھی ہے۔

اکیسواں مسئلہ: روزہ کی افطاری کا وقت بھی قبولیتِ دعا کا خاص وقت ہوتا ہے۔ افطار کرتے وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کہا کرتے تھے اَللّٰھُمَّ لَکَ صُمْتُ وَعَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ۔ اے خدا! تیرے لئے میں نے روزہ رکھا تھا اور اب تیرے رزق پر افطار کرتا ہوں۔

بائیسواں مسئلہ: روزہ دار کے لئے لازم ہے کہ وہ روزہ کے وقت خاص طور پر ہر قسم کے ناجائز فعل اور ناجائز تصرف سے کلیۃً مجتنب رہے حتّٰی کہ اگر کوئی شخص خواہ مخواہ اس سے لڑنا چاہے تب بھی روزہ دار اِنِّیْ صَائِمٌ (میں روزہ ہوں) کہہ کر پہلوتہی کر جائے۔ سارا وقت ذکرِ الٰہی میں گزارے۔

تئیسواں مسئلہ: رمضان کی انتیس ۲۹ تاریخ کی شام کو اگر چہ چاند نظر نہ آئے تو رمضان المبارک کے تیس دن پورے کئے جائیں۔

چوبیسواں مسئلہ: رؤیتِ ہلال کے لئے اگر مطلع صاف نہ ہو تب بھی کم از کم دو راستباز مسلمانوں کا دیکھنا ضروری ہے۔

پچیسواں مسئلہ: ہر چھوٹے بڑے مسلمان کی طرف سے صدقۃ الفطر ادا ہونا لازمی ہے یہ گندم اور کھجور وغیرہ کا ایک صاع یا اقل درجہ نصف صاع ہوتا ہے۔ ہمارے ملک کے نرخ کے لحاظ سے گویا ڈیڑھ روپیہ یا کم از کم پچہتر پیسے فی کس ادا ہونے چاہئیں۔ صدقۃ الفطر عید الفطر سے پہلے ادا ہونا زیادہ صحیح ہے۔ عید کی خوشی میں عید فنڈ بھی ادا کرنا چاہیئے۔

چھبیسواں مسئلہ: رمضان المبارک ختم ہونے پر یکم شوال کو عید الفطر ہوتی ہے جس میں کھلے میدان میں یا مسجد میں سب مسلمان جمع ہو کر دو رکعت نماز صلاۃ العید کے طور پر ادا کرتے ہیں۔

ستائیسواں مسئلہ: عید کے لئے نئے یا دُھلے ہوئے کپڑے پہننا اور خوشبو لگانا سنّت طریق ہے۔ عید الفطر کے لئے جانے سے پہلے کچھ کھا کر جانا چاہیئے۔ آتے اور جاتے وقت راستہ تبدیل کرنا موزوں ہے۔ پہلی رکعت میں سورۃ فاتحہ سے قبل سات تکبیرات اور دوسری رکعت میں پانچ تکبیرات امام کی اقتداء میں کہی جاتی ہیں۔ اس طرح سارا اسلامی معاشرہ اللہ تعالیٰ کی کبریائی سے گونج اُٹھے گا۔

اٹھائیسواں مسئلہ: رمضان کے بعد شوال کی پہلی تاریخ (عید الفطر) کے بعد چھ نفلی روزوں کی (باقی صفحہ 40 پر)

رمضان المبارک

(مرتبہ:مکرم فضل احمد شاہد صاحب)

رمضان کی وجہ تسمیہ: فرمایا" رَمَض سورج کی تپش کو کہتے ہیں۔ رمضان میں چونکہ انسان اکل وشرب اور تمام جسمانی لذتوں پر صبر کرتا ہے۔ دوسرے اللہ تعالیٰ کے احکام کے لئے ایک حرارت اور جوش پیدا کرتا ہے۔ روحانی اور جسمانی حرارت اور تپش مل کر رمضان ہوا۔ اہل لغت جو کہتے ہیں کہ گرمی کے مہینے میں آیا اس لئے رمضان کہلایا۔ میرے نزدیک یہ صحیح نہیں بلکہ عرب کے لئے یہ خصوصیت نہیں ہوسکتی۔ روحانی رمض سے مراد روحانی ذوق وشوق اور حرارتِ دینی ہوتی ہے۔ رمض اس حرارت کو بھی کہتے ہیں جس سے پتھر گرم ہوجاتے ہیں۔"

(ملفوظات جلد اوّل جدید ایڈیشن صفحہ 136)

سفر میں روزوں کا کیا حکم ہے: آپ سے دریافت کیا گیا کہ سفر کے لئے روزہ رکھنے کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا کہ" قرآن کریم سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ **مَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ** یعنی مریض اور مسافر روزہ نہ رکھے۔ اس میں امر ہے یہ اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمایا کہ جس کا اختیار ہو رکھ لے جس کا اختیار ہو نہ رکھے۔ میرے خیال میں مسافر کو روزہ نہیں رکھنا چاہیئے اور چونکہ عام طور پر اکثر لوگ رکھ لیتے ہیں اس لئے اگر کوئی تعامل سمجھ کر رکھ لے تو کوئی حرج نہیں مگر **عِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ** کا پھر بھی لحاظ رکھنا چاہیئے ....

سفر میں تکلیف اٹھا کر جو انسان روزہ رکھتا ہے تو گویا اپنے زور بازو سے اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا چاہتا ہے اس کو اطاعتِ امر سے خوش نہیں کرنا چاہتا یہ غلطی ہے اللہ تعالیٰ کی اطاعت امر اور نہی میں سچا ایمان ہے۔"

(ایضاً صفحہ 193)

طبیعت روزہ چھوڑنے کو نہیں چاہتی: فرمایا" میری تو یہ حالت ہے کہ مرنے کے قریب ہوجاؤں تب روزہ چھوڑتا ہوں۔ طبیعت روزہ کو چھوڑنے کو نہیں چاہتی۔ یہ مبارک دن ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل ورحمت کے نزول کے ہیں۔"

(ایضاً صفحہ ۴۳۹)

اگر یاں دل بیمار کے لئے فرشتے روزے رکھتے ہیں: فرمایا" اگر خدا تعالیٰ چاہتا تو دوسری امتوں کی طرح اس امت میں کوئی قید نہ رکھتا مگر اس نے قیدیں بھلائی کے واسطے رکھی ہیں میرے نزدیک اصل یہی ہے کہ جب انسان صدق اور کمال اخلاص سے باری تعالیٰ میں عرض کرتا ہے کہ اس مہینہ میں مجھے محروم نہ رکھ تو خدا تعالیٰ اسے محروم نہیں رکھتا اور ایسی حالت

میں اگر انسان ماہ رمضان میں بیمار ہو جائے تو یہ بیماری اس کے حق میں رحمت ہوتی ہے۔ کیونکہ ہر ایک عمل کا مدار نیت پر ہے مومن کو چاہیئے کہ وہ اپنے وجود سے اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کی راہ میں دلاور ثابت کر دے جو شخص کہ روزے سے محروم رہتا ہے مگر اس کے دل میں یہ نیت دردِ دل سے تھی کہ کاش میں تندرست ہوتا۔ اور روزہ رکھتا اور اس کا دل اس بات کے لئے گریاں ہے تو فرشتے اس کے لئے روزے رکھیں گے بشرطیکہ وہ بہانہ جُو نہ ہو تو خدا تعالیٰ اسے ہرگز ثواب سے محروم نہ رکھے گا۔

یہ ایک باریک امر ہے کہ اگر کسی شخص پر (اپنے نفس کے کسل کی وجہ سے) روزہ گراں ہے اور وہ اپنے خیال میں گمان کرتا ہے کہ میں بیمار ہوں اور میری صحت ایسی ہے کہ اگر ایک وقت نہ کھاؤں تو فلاں فلاں عوارض لاحق ہوں گے اور یہ ہوگا اور وہ ہوگا تو ایسا شخص جو خدا تعالیٰ کی نعمت کو خود اپنے اوپر گراں گمان کرتا ہے۔ کب اس ثواب کا مستحق ہوگا۔ ہاں وہ شخص جس کا دل اس بات سے خوش ہے کہ رمضان آ گیا اور میں اس کا منتظر تھا کہ آوے اور روزہ رکھوں اور پھر وہ بوجہ بیماری کے روزہ نہیں رکھ سکا تو وہ آسمان پر روزے سے محروم نہیں ہے۔" (ملفوظات جلد دوم جدید ایڈیشن صفحہ 563-564)

ماہ رمضان کے روحانی اثرات: فرمایا

"رمضان گزشتہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے کل گیا تھا۔ "شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ" (البقرہ:۱۸۶) سے ماہ رمضان کی عظمت معلوم ہوتی ہے۔ صوفیا نے لکھا ہے کہ یہ ماہ تنویر قلب کے لئے عمدہ مہینہ ہے۔ کثرت سے اس میں مکاشفات ہوتے ہیں صلوٰۃ تزکیہ نفس کرتی ہے اور صوم تجلی قلب کرتا ہے۔ تزکیہ نفس سے مراد یہ ہے کہ نفس امارہ کی شہوات سے بعد حاصل ہو جائے اور تجلی قلب سے مراد یہ ہے کہ کشف کا دروازہ اس پر کھلے کہ خدا کو دیکھ لے۔ پس اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ میں یہی اشارہ ہے اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ روزہ کا اجر عظیم ہے لیکن امراض اور اغراض اس نعمت سے انسان کو محروم رکھتے ہیں۔" (ایضاً صفحہ 561-562)

روزہ سے تزکیہ نفس ہوتا ہے: پھر تیسری بات جو (دین حق) کا رکن ہے وہ روزہ ہے روزہ کی حقیقت سے بھی لوگ ناواقف ہیں اصل یہ ہے کہ جس ملک میں انسان جاتا نہیں اور جس عالم سے واقف نہیں اس کے حالات کیا بیان کرے۔

روزہ اتنا ہی نہیں کہ اس میں انسان بھوکا پیاسا رہتا ہے بلکہ اس کی ایک حقیقت اور اس کا اثر ہے جو تجربہ سے معلوم ہوتا ہے۔

انسانی فطرت میں ہے کہ جس قدر کم کھاتا ہے اُسی قدر تزکیہ نفس ہوتا ہے اور کشفی قوتیں بڑھتی ہیں خدا تعالیٰ کا منشاء

صفحہ 15

اس سے یہ ہے کہ ایک غذا کو کم کرو اور دوسری کو بڑھاؤ۔

ہمیشہ روزہ دار کو یہ مدنظر رکھنا چاہیئے کہ اس سے اتنا ہی مطلب نہیں ہے کہ بھوکا رہے بلکہ اسے چاہیئے کہ خدا تعالیٰ کے

ذکر میں مصروف رہتا کہ تبتل اور انقطاع حاصل ہو۔ پس روزے سے یہی مطلب ہے کہ انسان ایک روٹی کو چھوڑ کر جو صرف جسم کی پرورش کرتی ہے۔ دوسری روٹی کو حاصل کرے جو روح کے لئے تسلی اور سیری کا باعث ہے۔

اور جو لوگ محض خدا کے لئے روزے رکھتے ہیں اور نرے رسم کے طور پر نہیں رکھتے انہیں چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح اور تعمیل میں لگے رہیں۔ جس سے دوسری غذا انہیں مل جاوے" (الحکم 17/جنوری 1907ء صفحہ 9)

قرآن شریف کی رخصتوں پر عمل کرنا بھی تقویٰ ہے: حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ معلوم کر کے کہ لاہور سے شیخ محمد چٹو آئے ہیں اور احباب بھی آئے ہیں محض اپنے خلقِ عظیم کی بنا پر باہر نکلے غرض یہ تھی کہ باہر سیر کو نکلیں گے۔ احباب سے ملاقات کی تقریب ہوگی۔ چونکہ پہلے سے لوگوں کو معلوم ہو گیا تھا کہ حضرت اقدس باہر تشریف لائیں گے اس لئے اکثر احباب چھوٹی (بیت الذکر) میں موجود تھے۔ جب حضرت اقدس اپنے دروازے سے باہر آئے تو معمول کے موافق خدام پروانہ وار آپ پر دوڑے آپ نے شیخ صاحب کی طرف دیکھ کر............فرمایا

حضرت اقدس: آپ اچھی طرح سے ہیں؟ آپ تو ہمارے پُرانے ملنے ولوں میں سے ہیں۔

بابا چٹو: شکر ہے۔

حضرت اقدس: (حکیم محمد قریشی کو مخاطب کر کے) یہ آپ کا فرض ہے کہ ان کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔ ان کے کھانے ٹھہرنے کا پورا انتظام کر دو۔ جس چیز کی ضرورت ہو مجھ سے کہو اور میاں نجم الدین کو تاکید کر دو کہ ان کے کھانے کے لئے جو مناسب ہو اور پسند کریں وہ تیار کرے۔

حکیم محمد حسین: بہت اچھا حضور۔ انشاء اللہ کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔

حضرت اقدس: (بابا چٹو کو خطاب کر کے) آپ تو مسافر ہیں۔ روزہ تو نہیں رکھا ہوگا؟

بابا چٹو: نہیں مجھے تو روزہ ہے مَیں نے رکھ لیا ہے۔

حضرت اقدس: اصل بات یہ ہے کہ قرآن شریف کی رخصتوں پر عمل کرنا بھی تقویٰ ہے خدا تعالیٰ نے مسافر اور بیمار کو دوسرے وقت رکھنے کی اجازت اور رخصت دی ہے اس لئے اس حکم پر بھی تو عمل رکھنا چاہیئے۔ مَیں نے پڑھا ہے کہ اکثر اکابر اس طرف گئے ہیں کہ اگر کوئی حالتِ سفر یا بیماری میں روزہ رکھتا ہے تو یہ معصیت ہے۔ کیونکہ غرض تو اللہ تعالیٰ کی رضا ہے نہ اپنی مرضی اور اللہ تعالیٰ کی رضا فرمانبرداری میں ہے جو حکم وہ دے اس کی اطاعت کی جاوے اور اپنی طرف سے اس پر حاشیہ نہ چڑھایا

جاوے۔ اس نے تو یہی حکم دیا ہے مَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ (البقرہ: ۱۸۵) اس میں کوئی قید اور نہیں لگائی کہ ایسا سفر ہو یا ایسی بیماری ہو۔ مَیں سفر کی حالت میں روزہ نہیں رکھتا اور ایسا ہی بیماری کی حالت میں“ (ملفوظات جلد پنجم جدید ایڈیشن صفحہ 67۔68)

بے خبری میں کھانا پینا۔ 11 رفروری 1907ء بوقت ظہر

خط سے سوال پیش ہوا کہ ایک شخص بوقت سحر رمضان میں اندر بیٹھا ہوا بے خبری سے کھاتا پیتا رہا جب باہر نکل کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ سفیدی ظاہر ہوگئی ہے کیا روزہ دوبارہ رکھنا ہوگا۔

فرمایا: ”بے خبری میں کھایا پیا تو اس پر اس روزہ کے بدلے میں دوسرا روزہ لازم نہیں آتا۔“

پھر سوال پیش کیا کہ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ سے فرضی روزے مراد ہیں یا اور روزے مراد ہیں؟

فرمایا: ”كُتِبَ سے فرضی روزے مراد ہیں۔“

(ایضاً صفحہ 147)

غیر معمولی مشقّت والوں کے لئے حکم:

بعض اوقات رمضان ایسے موسم میں آتا ہے کہ کاشتکاروں سے جب کہ کام کی کثرت مثل تخم ریزی و درودگی ہوتی ہے۔ ایسے ہی مزدوروں سے جن کا گزارہ مزدوری پر ہے روزہ نہیں رکھا جاتا ان کی نسبت کیا ارشاد ہے؟ فرمایا اَلْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ ۔ یہ لوگ اپنی حالتوں کو مخفی رکھتے ہیں۔ ہر شخص تقویٰ و طہارت سے اپنی حالت سوچ لے۔ اگر کوئی اپنی جگہ مزدوری پر رکھ سکتا ہے تو ایسا کرے ورنہ مریض کے حکم میں ہے۔ پھر جب میسّر ہو رکھ لے۔“

(ایضاً صفحہ 296، 297)

مسافر اور مریض فدیہ دے سکتے ہیں:

فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے شریعت کی بناء آسانی پر رکھی ہے جو مسافر اور مریض صاحب مقدرت ہوں۔ ان کو چاہیئے کہ روزہ کی بجائے فدیہ دے دیں۔ فدیہ یہ ہے کہ ایک مسکین کو کھانا کھلایا جائے...... مریض اور مسافر سے مراد وہ لوگ ہیں۔ جن کو کبھی اُمید نہیں کہ پھر روزہ رکھنے کا موقعہ مل سکے۔ مثلاً ایک نہایت بوڑھا ضعیف انسان یا ایک کمزور حاملہ عورت جو دیکھتی ہے کہ بعد وضع حمل بہ سبب بچے کو دودھ پلانے کے وہ پھر معذور ہو جائے گی اور سال پھر اسی طرح گزر جائے گا۔ ایسے اشخاص کے واسطے جائز ہو سکتا ہے کہ وہ روزہ نہ رکھیں۔ کیونکہ وہ روزہ رکھ ہی نہیں سکتے اور فدیہ دیں۔ باقی اور کسی کے واسطے جائز نہیں کہ صرف فدیہ دے کر روزے رکھنے سے معذور سمجھا جا سکے۔“

(ایضاً صفحہ 321۔322)

محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے تقاضے

(مرتبہ: مکرم ابن کریم صاحب)

خطبہ جمعہ فرمودہ 22 جون 2007ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے سلمان رشدی کی بدزبانی پر محاکمہ کرتے ہوئے صحیح معنوں میں ردِ عمل کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا۔ (مفہوم پیش کر رہا ہوں۔)

''حقیقی ردِ عمل پیدا ہونا چاہئے۔ وہ یہ ہے کہ...... تعلیم کو پہلے سے زیادہ اپنے اوپر لاگو کریں تا کہ دنیا کے منہ بند کئے جاسکیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھا جائے تاکہ آپ کی امت روحانیت میں ترقی کرے اور آپؐ کے اسوہ کو دنیا کے سامنے پیش کرے۔''

اب دیکھیں کس طرح اس حقیقی ردِ عمل کی تائید کی طرف قلم اٹھنے لگ گئے ہیں اور اقرار کرتے ہیں کہ جو جلسے جلوس ہیں یہ سیاسی کاروبار کا مظہر لگتے ہیں معروف کالم نگار اور دانشور نذیر ناجی اپنے کالم مؤرخہ 24 جون 2007ء میں رقمطراز ہیں۔

''رہ گیا ملعون رشدی کا معاملہ تو یہی بات ہے اس کے نام پر ہونے والے مظاہرے عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بجائے سیاسی کاروبار کا مظہر لگتے ہیں۔''

سیدنا حضرت مصلح موعود حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''ان کو ماں باپ کے لئے غیرت ہوتی ہے اور جوش ہوتا ہے مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ان کو جوش نہیں آئے گا۔ ماں باپ کا یہ احسان تو ان کی یاد رہتا ہے کہ انہوں نے ان کی پرورش کی مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احسان کو بھول جاتے ہیں کہ آپ نے ان کو روحانیت کا لباس دیا۔''

(خطباتِ محمود جلد 3 صفحہ 192)

جن دنوں سلمان رشدی نے ابتداء میں بدزبانی کی تھی حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے احباب جماعت کو تلقین فرمائی تھی کہ صحیح ردِ عمل یہ جلسے جلوس نہیں ہیں بلکہ اصل ردِ عمل یوں ہونا چاہئے کہ اس شیطان کے اعتراضات کا جواب

دینا چاہیئے۔ آپ نے متعدد خطبات میں اس کے اعتراضات کا توڑ کیا تھا۔ مجھے یاد ہے کہ میں ان دنوں منڈی بہاؤ الدین کے علاقہ میں دعوت الی اللہ کے ایک پروگرام کے سلسلہ میں گیا۔ وہاں ایک تنظیم کے ڈیژنل انچارج سے گفتگو ہوئی۔ میں نے اس کے سامنے حضور رحمہ اللہ کے اس مؤقف کو پیش کیا اور یہ بتایا کہ ہمارے امام نے فرمایا ہے کہ بہتر ہوگا کہ اس کے جوابات دیئے جائیں نہ یہ کہ جلسے جلوس چند دن نکال کر اپنی ہی املاک کو نقصان پہنچا لیا جائے اور ایک دوسرے پر وار کر کے سمجھا جائے ہم نے بڑی غیرت رسولؐ کا مظاہرہ کیا ہے۔ اس نوجوان نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے اس مؤقف کو خوب سراہا اور کہنے لگے کہ بات آپ کے امام کی بالکل سچی ہے۔ ان ردّ عملوں کے ذریعے ہمیں تو کچھ نہیں ملا البتہ نقصانات تو بے اندازہ ہیں ہی اس وقت تک ہزاروں لوگ ان جلسے جلسوں کی نذر ہو چکے ہیں یعنی اپنی جانوں سے ہاتھ دھو چکے ہیں۔ اور عجیب دکھ اور المیہ یہ ہے کہ وہ شخص جس نے یہ آگ لگائی وہ ابھی زندہ ہے اور دندناتا پھر رہا ہے اور باوجود اس کے کہ کروڑوں ڈالرز کے انعامات کی رقوم جمع ہونے کے باوجود یہ منزل ابھی تک کوئی سر نہ کر سکا۔ ذرا سے غور کے نتیجہ میں یہ بات آسانی سے سمجھ میں آجاتی ہے کہ معلوم یہ ہوتا ہے کہ خدا کی تقدیر یہ چاہتی ہے کہ اصل سانپ کا سر ہمیشہ کے لئے کچلا جائے نہ کہ صرف ایک فرد مارا جائے۔ اگر اس کے اعتراضات کا جواب دے دیا جائے اور اُس کو سرِ عام للکارا جائے کہ آؤ آمنے سامنے اور ان تمہاری مغلظات اور رکیک تاویلات کا ہم تمہیں جواب دیتے ہیں تو یقیناً وہ زندہ رہتے ہوئے بھی ایک بے جان لاشے کی حیثیت میں جئے گا۔ زہر تو اس کا نکال دیا جا چکا ہوگا۔ جیسے وہ سانپ جس کی زہر نکال دی جائے بے اثر ہو جاتا ہے اور جہاں جہاں اس نے یہ زہر پھیلایا ہوگا اس کے زہرناک اثرات سے دوسروں کو بچایا جا سکے گا۔ اور حقیقی جیت دلیل کی ہوتی ہے جیسا کہ قرآن کریم فرماتا ہے کہ جو زندہ ہوا وہ دلیل سے زندہ ہوا جو مردہ ہے وہ بے دلیل ہے۔ (الانفال) ایک مربی صاحب کی بات آپ کو بتاؤں جو انہوں نے کسی مجلس میں سنائی تھی کہ جب وہ افریقہ میں گئے تو وہاں ایک مشن ہاؤس میں ایک افریقی کو دیکھا جو روزانہ رات کو سونے سے پہلے ایک بوتل میں سے پانی کی کلی کرتا ہے اور پھر کچھ دیر ذکر اذکار کرتا ہوا سو جاتا ہے۔ مربی صاحب نے چند دن تو یہ دیکھا بالآخر اس سے پوچھ ہی لیا کہ یہ کیا کرتے ہو۔ مگر مربی صاحب کے اصرار پر بالآخر اس نے یہ بات کچھ اس طرح بتائی کہ قبول احمدیت سے پہلے میں کٹر عیسائی تھا اور پادریوں ہی کی کتب جو انہوں نے بانی اسلام کے خلاف لکھی ہوئی تھیں اکثر میرے زیر مطالعہ رہتی تھیں انہوں نے آپؐ کی جو تصویر پیش کی ہوئی تھی اس سے میرے دل میں نفرتوں کے الاؤ کچھ اس

طرح دہک رہے تھے کہ میں روزانہ (نعوذ باللہ) آپؐ پر بدزبانی کر کے سویا کرتا تھا مگر جب احمدیت کے ذریعہ سیرت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا پتہ چلا اور سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اصل تصویر میرے سامنے آئی تو میں بیساختہ آپ پر درود بھیجنے والوں میں شامل ہو گیا۔ مربی صاحب نے کہا یہ ساری باتیں تو خیر مجھے سمجھ آ گئیں مگر یہ بتاؤ روزانہ بوتل میں سے پانی نکال کر پیتے ہو اور کچھ پڑھتے رہتے ہو یہ کیا معاملہ ہے؟

اس افریقی نے جواب دیا۔ چونکہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس پر ناحق ظالمانہ طور پر مگر عدم علم کی وجہ سے بدزبانی کیا کرتا تھا۔ مجھے اس کا بڑا قلق ہے میں اس پشیمانی کو دور کرنے کیلئے اب یہ کرتا ہوں کہ روزانہ اپنے منہ کو عرقِ گلاب سے خوشبودار کرتا ہوں۔ اس بوتل میں مَیں نے عرقِ گلاب بھرا ہوا ہے اور اس عرقِ گلاب کی کلیاں کرتا ہوں اور پھر اپنے منہ کو خوشبودار کرنے کے بعد کثرت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذاتِ مبارکہ پر درود پڑھتا رہتا ہوں اور اپنی گزشتہ کوتاہی کی معافی مانگتا رہتا ہوں۔ جب تک اس طرح بکثرت درود شریف نہ پڑھ لوں اس وقت تک مجھے سکون اور چین کی نیند ہی نہیں آتی۔

تو دراصل جس حقیقی ردِّعمل کی طرف امامِ وقت ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے متوجہ فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ کریمانہ کو اپنے عمل کے سانچے میں ڈھال کر دُنیا کے سامنے پیش کیا جائے اور آپ کی سیرت کو پھیلایا جائے تاکہ علم نہ رکھنے والوں کو اس محسنِ انسانیت اور رحمۃ اللعالمین کی شناخت ہو جائے اور وہ اس کے غلاموں میں شامل ہوں اور اس پر درود شریف بھیج کر برکتوں کے وارث بن سکیں۔

تاریخِ اسلام کا ایک مشہور و معروف واقعہ یاد آ گیا وہ نذرِ قارئین کرتا ہوں۔ کہتے ہیں کہ بغداد میں ایک مسلمان کے ہمسائے میں ایک کٹر عیسائی رہ رہا تھا۔ وہ روزانہ صبح سویرے اپنی نالی کا گند اس کی نالی میں دھکیل دیتا تھا اور وہ نالی اس مسلمان کے صحن میں سے ہو کر گزرتی تھی تاکہ میں دیکھوں تو صحیح کہ جس رسول کے نام لیوا ہیں اور جس کی باتیں یہ بتاتے ہیں کہ اُن میں تو بہت حوصلہ تھا وادیٔ طائف میں پتھر پڑے مگر آپ نے صبر کیا اور بھی ظلم سہے اور صبر کیا۔ ذرا دیکھوں تو سہی کہ آپ کے ماننے والوں میں کتنا حوصلہ ہے۔ بہر حال وہ مسلمان درویش منش روزانہ صبح سویرے اٹھ کر اپنے ہاتھ سے اس گند کو جو کہ اس ہمسائے نے عمداً اس کے صحن کی طرف دھکیلا ہوتا تھا صاف کر دیتا تھا۔ دس سال تک وہ مخالف یہ عمل روزانہ ہی کیا کرتا اور اس درویش صفت نے کبھی تکرار نہ کی اور کوئی سخت کلمہ منہ پر نہ لایا۔ اور نہ شکوہ کیا۔ ایک دن صبح دروازہ کھٹکا تو مسلمان نے دیکھا اس کا وہ مخالف ہمسایہ اس کے دروازے پر کھڑا ہے اور لجاجت بھرے انداز میں کہتا ہے میں مسلمان ہونا چاہتا ہوں۔ اس نے کہا بات کیا ہے اس نے جواب دیا کہ میں عمداً دس سال یہ کام کرتا رہا ہوں تاکہ میں دیکھوں تم جس رسول کا دم بھرتے ہو واقعی سچا ہے کیونکہ جسے مانا جاتا ہے اس کے حکموں پر بھی تو عمل کیا جاتا ہے نا۔ بہر حال میں بالآخر اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ جس رسول کے تم پیروکار ہو وہ یقیناً اپنے دعویٰ میں سچا ہے کیونکہ اس کے پیروکاروں میں بھی وہی اچھے اخلاق و آداب موجود ہیں۔ اچھے نقوش

موجود ہیں اس رسول کے نمونہ کو اپنایا ہوا ہے۔ سو میں بھی اقرار کرتا ہوں کہ خدا ایک ہے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول ہیں۔ اور آج سے میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے والوں میں شامل ہو گیا ہوں۔

دراصل دوسرے کا دل جیتنے کے لئے بہت صبر اور استقلال کے ساتھ اور محنت کے ساتھ یہ منزل سر کرنا پڑتی ہے مگر اس کے لئے نمونہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا اپنانا ہوگا اور یہ اسوہ محبتِ رسول کے بغیر حاصل ہونا ناممکن ہے۔ جماعت احمدیہ میں تو ہم نے سرِفہرست یہی بات دیکھی ہے اور سیکھی ہے مجھے یاد ہے بچپن میں حضرت مسیح موعودؑ کے بعض الفاظ جو عشق رسول میں ڈوبے ہوئے تھے پڑھے تھے یوں سمجھئے وہ پہلی تقریر تھی جس نے دل و دماغ پر گہرے نقوش چھوڑے اور نہ صرف حضرت مسیح موعودؑ سے محبت بڑھی بلکہ آپ کی تحریرات سے بھی اِک گونہ بیخودی والی کیفیت سے پیار دن بدن بڑھتا چلا گیا۔ اب آپ بھی ان پُرشوکت الفاظ کو پڑھیں۔ جب سے میں نے دیکھے ہیں مجھے تو زبانی یاد ہیں کیونکہ ان الفاظ میں حیرت انگیز طور پر محبت اور عشقِ رسول کی اور غیرتِ رسول کی عجب انداز سے جھلک ہے کہ اس عشق کی خاطر اپنا سب کچھ داؤ پر لگا دیا۔ اسے کہتے ہیں سچا عشق

ان کتب کا ذکر کرتے ہوئے جن مخالفین نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت کی ہے فرماتے ہیں:

''اس قدر بدگوئی اور اہانت و دشنام دہی کی کتابیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں چھاپی گئیں اور شائع کی گئیں کہ جن کے سننے سے بدن پر لرزہ پڑتا ہے۔ اور دل رو رو کر یہ گواہی دیتا ہے کہ اگر یہ لوگ ہمارے بچوں کو ہماری آنکھوں کے سامنے قتل کرتے اور ہمارے جانی اور دلی عزیزوں کو جو دنیا کے عزیز ہیں ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتے اور ہمیں بڑی ذلت سے جان سے مارتے اور ہمارے تمام اموال پر قبضہ کر لیتے تو واللہ ثم واللہ ہمیں رنج نہ ہوتا۔ اور اس قدر کبھی نہ دل دُکھتا جو ان گالیوں اور توہین سے جو ہمارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کی گئی دُکھا۔''

(آئینہ کمالات...... صفحہ ۵۱۔۵۲)

یہ غیرت تقاضا کرتی ہے کہ ہمارے ہر چھوٹے بڑے کے دل میں محبت رسول جاگزیں ہو جائے۔ ہمارے خون میں رچ بس جائے اور جس طرح نبض دل کے تابع حرکت کرتی ہے اسی طرح محبتِ رسول ہمارے دلوں کی دھڑکن بن جائے۔ اب دیکھیں کہ کس طرح ماؤں نے معصوم بچوں اور مستقبل کے معلموں اور اماموں کی کیسے طریق سے تیاری کی۔ خود سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ بڑی محبت سے اپنے بچپن کا واقعہ بیان فرماتے ہیں:

بلغ العُلیٰ بکمالہٖ   کشف الدُجیٰ بجمالہٖ

یہ عربی کے اشعار بہت پیارے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں بہت ہی پیارے شعر ہیں۔

بلغ العُلیٰ بکمالہٖ   کشف الدُجیٰ بجمالہٖ

آپؐ نے اپنے کمالات کی وجہ سے انتہائی بلندیوں کو پالیا اور اپنے حسن و جمال سے تاریکیوں کو دور کر دیا۔

حسنت جمیع خصالہٖ صلّوا علیہ و آلہٖ

آپ کے تمام شمائل بھی بہت حسین ہوئے۔ پس آپ پر اور آپؐ کی آل پر کثرت سے درود بھیجو۔

حضور انور رحمہ اللہ نے فرمایا:

''تم لوگوں کو بتا دوں کہ میں نے سب سے پہلے یہ اشعار کب اور کس سے سُنے۔ اس وقت میں بہت چھوٹا تھا۔ میری امی کو یہ اشعار بہت پسند تھے اور اکثر تو ان کو وقت ہی نہیں ملا کرتا تھا۔ بچوں کو پوچھنے کا۔ لیکن اگر کبھی ملے اور میں چھوٹا ہوتا تھا ابھی۔ تو وہ مجھے یہ لوری دیا کرتی تھیں۔ اور ہلکی آواز ان کی بڑی پیاری ہوا کرتی تھی۔

یہ مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ بہت میرے دل پہ اثر تھا۔ حضور نے گلوگیر الفاظ میں فرمایا۔ وہ ساتھ ساتھ گاتی جاتی تھیں اور آنکھوں سے آنسو جاری رہتے تھے۔ کبھی بھی میں نے ان کو اس لوری کو بغیر آنسوؤں کے پڑھتے نہیں دیکھا۔ مسلسل آنکھوں سے آنسو بہتے تھے اور یہ پڑھتی رہتی تھیں۔

صلّوا علیہ و آلہٖ

صلّوا علیہ و آلہٖ

فرمایا:

''اس طرح ماؤں کو اپنے بچوں کے دل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ڈالنی چاہیے۔''

(اردو کلاس 26 اپریل 1999ء بحوالہ روزنامہ الفضل 7 جون 1999ء)

سیدنا حضرت اقدس مسیح پاک علیہ السلام کیا خوب فرماتے ہیں:

''درود شریف کے طفیل ...... میں دیکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے فیوض عجیب نوری شکل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جاتے ہیں اور پھر وہاں جا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سینے میں جذب ہو جاتے ہیں اور وہاں سے نکل کر ان کی لا انتہاء نالیاں ہو جاتی ہیں اور بقدر حصہ ...... ہر حقدار کو پہنچتی ہیں۔ یقیناً کوئی فیض بدوں وساطت دوسروں تک پہنچ نہیں سکتا۔ درود شریف کیا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اُس عرش کو حرکت دینا ہے۔ جس سے یہ نور کی نالیاں نکلتی ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کا فیض اور فضل حاصل کرنا چاہتا ہے اس کو لازم ہے کہ وہ کثرت سے درود شریف پڑھا کرتا کہ اس فیض میں حرکت پیدا ہو'' (الحکم مورخہ ۲۸ فروری ۱۹۰۳ء صفحہ ۷)

اور خود اپنا ایک حیرت انگیز تجربہ کچھ اس طرح بیان کرتے ہیں۔

''ایک رات اس عاجز نے اس کثرت سے درود شریف پڑھا کہ دل وجان اس سے معطر ہوگیا۔ اُسی رات خواب میں دیکھا کہ فرشتے آب زلال کی شکل پر نور کی مشکیں اس عاجز کے مکان پر لئے آتے ہیں اور ایک نے ان میں سے کہا کہ یہ

وہی برکات ہیں جو تو نے محمدؐ کی طرف بھیجی تھی۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم"

(براہین احمدیہ روحانی خزائن جلد اصفحہ ۵۷۶)

آج ہمارا بھی فرض بنتا ہے کہ ہم بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر بکثرت درود پڑھیں اور محبت کے نغمات گائیں دل کی گہرائیوں سے کلام پر ایمان لائیں اور اسے پڑھیں جسے خدا تعالیٰ قلب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر جاری فرمایا۔ حضرت اقدس مسیح موعودؑ ایک بڑا ہی ایمان افروز واقعہ اپنی ایک تصنیف لطیف میں بیان فرماتے ہیں:

"...... کتاب بحر الجواہر میں لکھا ہے کہ ابو الخیر نام ایک یہودی تھا جو پارساطبع اور راستباز آدمی تھا اور خدا تعالیٰ کو واحد لاشریک جانتا تھا۔ ایک دفعہ وہ بازار میں چلا جاتا تھا تو ایک مسجد سے اُس کو آواز آئی کہ ایک لڑکا قرآن شریف کی یہ آیت پڑھ رہا تھا۔

أَحَسِبَ النَّاسُ أَنْ يُتْرَكُوا أَنْ يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ

یعنی کیا لوگ گمان کرتے ہیں کہ یونہی وہ نجات پا جاویں گے۔ صرف اس کلمہ سے کہ ہم ایمان لائے۔ اور ابھی خدا کی راہ میں ان کا امتحان نہیں کیا گیا۔ ان میں ایمان لانے والوں کی سی استقامت اور صدق اور وفا بھی موجود ہے یا نہیں؟

اس آیت نے ابو الخیر کے دل پر بڑا اثر کیا۔ اور اُس کے دل کو گداز کر دیا۔ تب وہ بیعت کی دیوار کے ساتھ کھڑا ہو کر زار زار رویا۔ رات کو حضرت سیدنا ومولنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اُس کی خواب میں آئے اور فرمایا یعنی اے ابو الخیر مجھے تعجب آیا کہ تیرے جیسا انسان باوجود اپنے کمال فضل اور بزرگی کے میری نبوت سے انکار کرے۔ پس صبح ہوتے ہی ابو الخیر مسلمان ہو گیا۔ اور اپنے اسلام کا آغاز کر دیا۔"

(حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 150۔151)

معروف کالم نگار حشمت اللہ صدیقی جنگ 2 جولائی 2007ء رقمطراز ہیں۔

"...... حالیہ دور میں بنگلہ دیش کی تسلیمہ نسرین ہو۔ پوپ بنی ڈکٹ ہو۔ توہین آمیز خاکوں کی اشاعت، ہالینڈ کے فلم ساز وین گوگ کی قرآنی آیات کی توہین ہو۔ یا ابو غریب جیل میں قرآن پاک کی بے حرمتی کا سانحہ ہو یہ سب واقعات اس تعصب پر مبنی فکر و فلسفہ کی پیداوار ہیں جن کی مغرب آبیاری کرتا ہے۔ لہذا اب محض وقتی طور پر احتجاجی مظاہرے، فتویٰ کے ساتھ اس مغربی فلسفہ و تعصب کے خلاف ٹھوس اقدامات کی ضرورت ہے...... لیکن ہمارے یہاں جو مروجہ سیاست رائج ہے بد قسمتی سے ایسے واقعات کو بھی سیاست کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ کیونکہ یہاں ہمیشہ اسلام کو

حکمرانوں وسیاستدانوں نے بطور ہتھیار استعمال کیا ہے۔''

مزید لکھتے ہیں:

''آج عالم اسلام کو عسکری محاذ ''دہشت گردی کے خلاف جنگ'' اور فکری محاذ پر اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف جاری مغرب کی اس مہم جو خطرات لاحق ہیں اس سے نبرد آزما ہونے کے لئے ضروری ہے کہ ہم بحیثیت امت متحد ہوں۔ اور اسلام سے اپنے تعلق و کردار کا جائزہ لے کر اپنے اندر پائی جانے والی خامیوں کی اصلاح کریں۔ محض جذباتی نعروں، مظاہروں، انقلابی دعوؤں، جذباتی تقاریر وقراردادوں سے ہم یہ جنگ نہیں جیت سکتے۔ اس کے لئے جذبہ صادق کے ساتھ عمل صالح کی ضرورت ہے۔''

ایسی دلآزار باتوں پر صبر بھی کریں اور خدا کے حضور اپنا............پیش کریں۔

گالیاں سن کے دعا دو پا کے دکھ آرام دو
کبر کی عادت جو دیکھو تم دکھاؤ انکسار

کی تعلیم پر عمل کرتے ہوئے صبر بھی کریں اور تقویٰ بھی اختیار کریں۔ اپنے آپ کو اکیلا نہ سمجھیں آپ کی پشت پر خدا ہے شرط صرف یہ ہے کہ محبت رسول کی شمع لے کر نکلو تو وہی معاملہ ہوگا۔

؎ میں نے دیکھا تیری خوشبو کو لبادہ کر کے — تتلیاں میرے تعاقب میں رہا کرتی ہیں

ابو الخیر جیسے سعید فطرتوں کو ڈھونڈیں۔ ضرور ملیں گے۔ ابھی کچھ عرصہ قبل ایک خطبہ حضور انور ایدہ اللہ نے عبدالسلام میڈیسن آف ڈنمارک کا ذکر فرمایا۔ تیس چالیس سال پہلے حق کی آواز جو احمدیت کے ذریعہ سے پہنچی کے ذریعہ عبد السلام صاحب کے والد جو چوٹی کے پادری تھی احمدی ہوئے اور عبدالسلام صاحب جو کہ پادری بن رہے تھے دین کی آغوش میں آئے۔ آج بھی خدا تعالیٰ ان بدبختوں کی دلآزاریوں کا جواب اسی طرح دے گا کہ ان میں سے سعید الفطرت ادھر کا رخ کریں گے مگر ضرورت اس امر کی ہے کہ دل کی گہرائیوں سے پورے درد اور جذب میں ڈوب کر ان تعلیمات کا پرچار کریں۔ ڈنمارک میں توہین آمیز کارٹونوں کے جواب میں امام وقت ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جو خطبہ دیا تھا اس میں آپ نے فرمایا تھا۔ جس کا مفہوم کچھ یوں ہے کہ اے مخاطب تم کیا سمجھتے ہوئے۔ دین ختم ہو جائے گا نہیں بلکہ اور زیادہ پھیلے گا تمہارے علاقوں اور ملکوں میں بھی پھیلے گا خاکسار نے اس خطبہ سے متاثر ہو کر کچھ اشعار کہے تھے۔ وہ پیش کرتا ہوں۔

ہاڑ جیٹھ تو بیت چکا — تم ساون بھادوں دیکھو گے
پت جھڑ پتے جھاڑ چکا — اب چھم چھم برکھا دیکھو گے
اب احمد اور محمدؐ کا — تم چڑھتا سورج دیکھو گے
ہر قریہ میں ہر بستی میں — تم چرچے ہر سُو دیکھو گے

کتاب ''سر سید احمد خان اور علی گڑھ تحریک کے ناقدین کا تحقیقی جائزہ''

پر تبصرہ اور چند تسامحات پر ایک نظر

(تحریر: مکرم عاصم جمالی صاحب)

کراچی یونیورسٹی سے ڈاکٹریٹ کا اعزاز حاصل کرنے کے بعد اپنا پی ایچ ڈی کا مقالہ ڈاکٹر سید محبوب شاہ صاحب نے کتابی شکل میں شائع کروایا ہے۔ مقالہ کا عنوان ہے۔

''سر سید احمد خان اور علی گڑھ تحریک کے ناقدین کا تحقیقی جائزہ''

یہ مقالہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی اولڈ بوائز ایسوی ایشن (پاکستان) ایم۔آر۔کیانی۔روڈ کراچی کے زیر اہتمام 17/اکتوبر 2000ء کو شائع ہوا ہے۔ اس مقالہ کے نگران ڈاکٹر حنیف فوق تھے، جن کے اصرار پر یہ مقالہ چھاپا گیا ہے۔ مقالے کے موضوع کو علی گڑھ تحریک سے وابستہ بزرگ استاد اور اُردو تنقید کے ستونِ محکم آل احمد سرور کی تحسین ملی ہے۔ اور موصوف نے علی گڑھ میں مطلوبہ مواد تک رسائی میں مقالہ نگار کی رہنمائی بھی کی ہے۔ مقالہ نگار نے مقالے کی تکمیل بھی علی گڑھ یونیورسٹی علی گڑھ کے علاوہ رضا لائبریری رام پور اور پنجاب یونیورسٹی لائبریری لاہور سے استفادہ کیا ہے۔

مقالہ کے نگران ڈاکٹر حنیف فوق کی رائے میں:

''یہ سمجھنا ہرگز صحیح نہیں ہوگا کہ سر سید کے سب ناقدین حسد یا بدنیتی کا شکار تھے نہ اسے منوانے کی ضرورت ہے کہ سر سید کے سب کام منزہ اور مثالی تھے۔......''

(سر سید احمد خان اور علی گڑھ تحریک کے ناقدین کا تحقیقی جائزہ'' (ڈاکٹر سید محبوب شاہ) صفحہ 64 مطبوعہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی اولڈ بوائز ایسوی ایشن آف پاکستان ایم آر کیانی روڈ، کراچی اکتوبر 2000ء)

لیکن مقالے کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ مقالہ نگار سر سید کے تمام کاموں کو منزہ اور مثالی ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ جس پر گرفت مقالہ کے نگران بھی نہیں کرتے۔ جو مقالہ نگار پر اس قدر مہربان ہیں کہ انہیں کام دکھانے کے لئے چھٹی کے دن بھی گھر پر رابطہ کرنے کی اجازت دے دیتے ہیں لیکن انہیں شاہ صاحب کا اس طرح موجود رہنا گوارا بھی گزرتا کہ آپ یونیورسٹی میں پیریڈ ختم ہونے کے انتظار میں ہوتے۔ اس پر ایک مرتبہ فرمانے لگے۔

''ارے یار! تم تو ہر وقت سر پر سوار رہتے ہو۔''

(ایضاً صفحہ 15)

ڈاکٹر حنیف فوق کی اکتاہٹ کے شاید ایسے ہی لمحات ہوں گے جن میں مقالہ نگار نے سرسید کے تمام کاموں کو منزہ اور مثالی کر کے پیش کیا ہوگا اور شاگرد کی مداحی کو بھی مقالے کا حصہ بننے دیا جس میں شاگرد موصوف کا نام کاروان ادب کو آگے بڑھانے والوں کی فہرست میں شمار کرتے ہیں۔

(ایضاً صفحہ 464)

یہ بات مقالے کے علاوہ کسی مضمون میں کہی جاتی تو اور بات ہوتی لیکن مقالے میں لکھنا غیر مناسب حمایت حاصل کرنے کا حربہ کہا جا سکتا ہے۔ آل احمد سرور کی مقالے کے موضوع کی حد تک تحسین بلاشبہ درست ہے لیکن آپ کی رائے مقالے کے مندرجات کے بارے میں لے لی جاتی تو موضوع سے آگے موضوع کو نبھانے کی بات بھی سامنے آجاتی۔

البتہ اس بارے میں ضیاء الدین صاحب لاہوری لکھتے ہیں:

''......ایسی دُور کی کوڑیاں لائے ہیں جو قارئین کے لئے تفنن کا باعث تو ہو سکتی ہیں ان سے کوئی تحقیقی نتیجہ برآمد نہیں ہوتا۔ حیرت کا مقام ہے کہ ہمارے ملک کی یونیورسٹیاں اب تحقیق کے نام پر جذبات سے معمور انتہائی غیر معیاری مقالوں پر بڑی بڑی ڈگریاں تقسیم کرنے لگی ہیں۔''

(''سرسید کی کہانی اُن کی اپنی زبانی'' ضیاء الدین لاہوری، جمعیت پبلی کیشنز متصل مسجد پائلٹ ہائی سکول وحدت روڈ لاہور اشاعت جدید نومبر 2004ء)

ایسی ہی ایک جذبات سے معمور تحریر ڈاکٹر سید محبوب شاہ صاحب نے کتاب زیر نظر کے باب چہارم (حصہ ب) میں باندھی ہے۔ جس کا عنوان ہے۔ ''سرسید اور علی گڑھ تحریک کے غیر مسلم ناقدین'' اس باب میں شاہ صاحب نے ہندوؤں اور انگریزوں کے خیالات کا سرسید کے افکار سے تصادم کا ذکر کر کے لکھا ہے کہ ان کے غیر مسلم ناقدین میں اکثر تو وہ مخالفین ہیں جن کا تذکرہ ''حیات جاوید'' میں مذکور ہے لیکن بعض وہ بھی ہیں جن کا ذکر اس میں نہیں ملتا۔

(''سرسید احمد خان اور علی گڑھ تحریک کے ناقدین کا تحقیقی جائزہ'' ڈاکٹر محبوب شاہ صاحب صفحہ 13)

پھر انگریز حکمرانوں، پادریوں کی مخالفت کا ذکر کرنے کے بعد ایک ذیلی عنوان باندھا ہے یعنی ''مرزا غلام احمد قادیانی کی تنقید سرسید پر'' (''سرسید احمد خان اور علی گڑھ کے ناقدین کا تحقیقی جائزہ'' (ڈاکٹر محبوب شاہ صاحب صفحہ 143) اور بعد میں ہندو مخالفین کا ذکر کیا ہے۔ انگریز مخالفین میں سے Wilfred Smith کی ایک تحریر کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''سرسید اور ان کے مکاتب فکر کا مذہب اپنے تمام نقائص اور خامیوں میں مبرا ہونے کے باوجود وہ مثبت حیثیت نہیں رکھتا جو ہونا چاہیے تھی اور جو شبلی اور دیگر ہم خیال قدامت پسند مذہبی لوگوں کے یہاں ملتی ہے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ شبلی اور ان سے متفق لوگ اسلامی تعلیمات سے کم الگ ہوئے۔''

ولفرڈ سمتھ کی اس تحریر پر تبصرہ کرتے ہوئے شاہ صاحب وضاحت کرتے ہیں:

''مسٹر اسمتھ اسلام کی اصل روح سے واقف نہیں اور وہ اس بات سے بھی بے خبر ہیں کہ سنی، شیعہ، معتزلہ اور وہابی وغیرہ اسلام کی حقانیت پر متفق ہونے کے سبب خارج از اسلام ہرگز نہیں۔ ان میں سے جو شخص بھی اسلام سے مخلص اور اپنے اعمال و کردار کے اعتبار سے پاکیزہ ہوگا وہ جنت کا حقدار ٹھہرے گا۔ اس لئے کہ فروعی مسائل میں اختلاف سے کوئی مسلمان اسلام سے خارج نہیں ہوسکتا۔''

(ایضاً صفحہ 155)

شاہ صاحب کو خود یہ تسلیم ہے کہ فروعی مسائل میں اختلاف سے کوئی شخص دین حق سے خارج نہیں ہوسکتا۔ مولانا الطاف حسین حالی نے ''حیات جاوید'' میں حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کو غیر مسلم ناقدین میں شمار نہیں کیا ہے بہر حال شاہ صاحب لکھتے ہیں:

''مرزا غلام احمد مرزا صاحب کی یہ تنقید انہیں مذکورہ زمرہ میں شامل کرنے کے باعث ہے تو شاہ صاحب کا مولانا ابو محمد عبدالحق کے متعلق کیا خیال ہے کیونکہ انہوں نے بھی اپنی ''تفسیر حقانی'' میں سر سید کے اثر دعا سے متعلق خیالات کو موضوع بحث بنا کر ان پر تنقید کی ہے۔ جسے شاہ صاحب نے باب ہفتم (حصہ الف) میں لکھا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاہ صاحب کا یہ دوہرا معیار ان کے نگران ڈاکٹر حنیف فوق کی اکتاہٹ کی وجہ سے نظروں سے اوجھل رہا ہے۔ اور افکار سر سید کے مطابق وہ اس پر اس معاملے میں عمل پیرا نہ ہوسکے۔ اگرچہ اس کو وہ بطور استشہاد پیش کرتے ہیں۔ سر سید ایک جگہ لکھتے ہیں:

''میرے نزدیک قطعیات سے یہ بات ثابت ہے کہ جو شخص لا الہ.......... پر دل سے یقین رکھتا ہے۔ اس کا کوئی فعل یقین مذکور کے اس کو کافر نہیں کرسکتا۔

(ایضاً صفحہ 358)

یہ ہے حقیقت شاہ صاحب کی سستی جذبات سے معمور فتویٰ سازی کی۔ یہاں پر بے جا نہ ہوگا کہ ایک نظر موصوف کے اپنے ہی افکار اسلامی پر ڈال لی جائے۔ آپ اپنے ہی بارے میں ''صحیح زندگی'' کے عنوان سے لکھتے ہیں:

''11 مارچ 1932ء کو عالم ارواح میں مقیم ایک روح نے اپنے مستقر سے جدا ہو کر اس عالم آب گل کی راہ لی اور اس ویرانہ آباد نما کی سمت آغاز سفر کیا۔ اس طرح اس نے حقیقت سے مجاز کو تبدیل کرلیا۔''

(ایضاً صفحہ 9)

اس عبارت سے آپ کے خیالات پر ہندو فلسفے کا بڑا ہی بھاری اثر محسوس ہوتا ہے۔یعنی:

''وہ وہمی اور خلاف قیاس اور منحوس مکتی خانہ جس کا وید میں ذکر ہے یعنی یہ کہ مجرد روحیں پتھر کی طرح پڑی رہیں گی اور پھر کچھ عرصہ کے بعد مکتی خانہ سے باہر نکالی جائیں گی۔کیا انسان کی انتہائی سعادت یہی ہے کہ وہ مجرد روح رہ کر اُن بابرکات اور نہایت مفید حواس کو کھو بیٹھے جو اس کی غیر متناہی ترقیات کا موجب ہیں اور پھر اُس پر بھی کفایت نہیں بلکہ مصیبت پر مصیبت یہ کہ انجام کار مکتی خانہ سے ذلیل کر کے نکالا جائے۔.........''

(سرمہ چشم آریہ۔روحانی خزائن جلد 2 صفحہ 113)

شاہ صاحب وید کے مکتی خانہ کی طرح عالم ارواح کو یقین کرتے ہیں جو بالبداہت غلط ہے۔اب شاہ صاحب کی معلومات کے لئے قرآنی معارف میں سے روح کی حقیقت بیان کی جاتی ہے۔

''روح کی ماں جسم میں ہے۔حاملہ عورتوں کے پیٹ میں روح کبھی اُوپر سے نہیں گزرتی بلکہ وہ ایک نُور ہے۔جو نطفہ میں ہی پوشیدہ طور پر مخفی ہوتا ہے۔اور جسم کی نشوونما کے ساتھ چمکتا جاتا ہے خدائے تعالیٰ کا پاک کلام ہمیں سمجھاتا ہے کہ رُوح اس قالب میں ہی ظہور پذیر ہوجاتی ہے جو نطفہ سے رحم میں تیار ہوتا ہے۔جیسا کہ وہ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔

ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ؕ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِیْنَ۝ (المومنون:۱۵)

یعنی پھر ہم اس جسم کو جو رحم میں تیار ہوا تھا ایک اور پیدائش کے رنگ میں لاتے ہیں اور ایک خلقت اس کی ظاہر کرتے ہیں جو روح کے نام سے موسوم ہے اور خدا بہت برکتوں والا ہے اور ایسا خالق ہے جو کوئی اس کے برابر نہیں۔

(اسلامی اصولوں کی فلاسفی روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 321)

اب ہم اصل بحث کی طرف واپس لوٹتے ہیں۔

جس اقتباس کا اوپر ذکر کیا گیا اُس میں شاہ صاحب نے لکھا ہے کہ حضرت مرزا غلام احمد قادیان (1835ء۔1908ء) نے سرسید کے مذہبی افکار میں سے آپ کی کتاب ''الدعا والاستجابۃ'' کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔جب کہ حقیقت یہ ہے کہ حضرت مرزا صاحبؑ نے سرسید کی دو کتابوں پر اپنی تصنیف لطیف ''برکات الدعاء'' اپریل 1893ء میں نظر ڈالی ہے اور اس کتاب کی ابتداء میں بھی جلی قلم سے لکھا ہے۔

''سرسید احمد خان صاحب کے سی ایس آئی کے رسالہ الدعاء الاستجابۃ اور رسالہ تحریر فی اصول التفسیر پر ایک نظر''

لیکن شاہ صاحب صرف سرسید احمد صاحب کی ایک ہی کتاب کا ذکر کرتے ہیں علاوہ ازیں شاہ صاحب بہت سی

باتوں کو ادھورا ہی بیان کرتے ہیں۔ اس اقتباس سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت مرزا صاحبؑ نے سرسید کو صرف الدعاء والا استجابۃ پر اظہار خیال کیا ہے۔لیکن درحقیقت یہ ہے کہ اس سے قبل اور بعد میں بھی حضرت مرزا صاحبؑ سرسید کو مخاطب کر چکے ہیں۔

حضرت اقدسؑ کے قیام سیالکوٹ (1864ء تا 1868ء) کے زمانہ میں آپ کے پاس سرسید کی تفسیر القرآن کا کچھ حصہ پہنچا۔اس طرح جب موصوف نے تورات و انجیل کی تفسیر لکھی تو آپؑ نے انہیں عربی میں ایک خط لکھا تھا۔جس کا ذکر سید میر حسن صاحب نے اپنی ایک روایت مندرجہ ''سیرۃ المہدی'' مؤلفہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب میں کیا ہے۔علاوہ ازیں آپ نے تفسیر کے دعا اور نزول وحی کے متعلق مقام سُنے لیکن آپ خوش نہ ہوئے اور تفسیر کو پسند نہ کیا۔

جب پنڈت دیانند سرسوتی بانی آریہ سماج کو ہندومت کے بنیادی عقائد پر حضرت مرزا صاحبؑ نے مباحثہ کی دعوت دی لیکن وہ خود تو سامنے نہ آئے البتہ امرتسر کے ایک وکیل باوا نرائن سنگھ نے بحث پر آمادگی ظاہر کی اور منصفان تنقید میں سرسید احمد خان کا نام شامل کیا جس پر حضرت مرزا صاحبؑ نے کسی قسم کا عذر نہ کیا۔

20رفروری 1886ء کو حضرت مرزا صاحب نے ایک اشتہار شائع فرمایا کہ سرسید ایک شدید غم اٹھانے کے بعد جلد فوت ہو جائیں گے۔پھر 12 مارچ 1897ء کو ایک اور اشتہار سرسید احمد خان کی موت کی نسبت پیشگوئی کا دیا۔ جسے لاکھوں انسانوں میں مشتہر کیا گیا۔چنانچہ سرسید کو ایک ہندو کی شرارت سے مالی غم پیش آیا اور جلد ہی اس غم میں گھل گھل کر 28 مارچ 1898ء کو فوت ہو گئے۔

کتاب ''آئینہ کمالات.....'' (فروری 1897ء) کے حاشیے میں جو پچاس صفحات پر مشتمل ہے حضرت مرزا صاحب نے بالخصوص سرسید صاحب کی تفسیر القرآن سے متعلق غلطیوں سے آگاہ کیا اور انہیں بار بار دعوت دی کہ بزرگوار کے حجابوں سے الگ ہو کر چند ہفتے آپؑ کی صحبت میں رہیں تو بہت سے مافوق الفعل امور آپ کے معقول اور ممکن دکھائی دیں گے۔

حضرت مرزا صاحبؑ اپنی کتاب ''تریاق القلوب'' میں تحریر فرماتے ہیں۔

''وہ (سرسید) غصے کے وقت میں دنیوی رعونت سے ایسے مدہوش تھے کہ ہر ایک کو اپنے پیروں کے نیچے کچلتے تھے اور یہ دکھلاتے تھے کہ گویا ان کی دنیوی حیثیت کے رُو سے ایسا عروج ہے کہ ان کا کوئی ثانی نہیں۔ہنسی اور ٹھٹھا کرنا اکثر ان کا شیوہ تھا۔جب میں ایک دفعہ علی گڑھ میں گیا تو مجھ سے بھی اسی رعونت کی وجہ سے جس کا محکم پردہ ان کے دل میں مستحکم ہو چکا تھا۔ہنسی ٹھٹھا کیا اور کہا کہ آؤ۔میں مرید بنتا ہوں اور آپ مرشد بنیں اور حیدرآباد چلیں اور کوئی جھوٹی کرامات دکھائیں اور میں تعریف کرتا پھروں گا۔تب ریاست اپنی سادہ لوحی کی وجہ سے ایک لاکھ روپیہ دے دے گی۔اس میں دو حصے میرے اور ایک حصہ آپ کا ہوا''

گویا اس تقریر میں وہ ٹھگ جو سادھو کہلاتے ہیں۔ مجھے قرار دیا۔ ایسا ہی اور کئی باتیں تھیں جن کا اب اُن کی وفات کے بعد لکھنا بے فائدہ ہے۔"

مذکورہ کتاب میں ہی حضرت مرزا صاحبؑ نے لکھا کہ:

"اُن کے (یعنی سرسید) وقت میں خدا تعالیٰ نے یہ آسمانی سلسلہ پیدا کیا۔ مگر انہوں نے اپنی دینوی عزت کی وجہ سے اس سلسلہ کو ایک ذرہ عظمت کی نظر سے نہیں دیکھا بلکہ اپنے ایک خط میں کسی اپنے روآشنا کو لکھا کہ یہ شخص جو ایسا دعویٰ کرتا ہے۔ بالکل ہیچ ہے اور اس کی تمام کتابیں لغو اور بے سود اور باطل ہیں اور اس کی تمام باتیں ناراستی سے بھری ہوئی ہیں۔ حالانکہ سرسید صاحب اس بات سے بکلی محروم رہے کہ کبھی میرے کسی چھوٹے سے رسالہ کو بھی اوّل سے آخر تک دیکھیں۔" (تریاق القلوب صفحہ 467)

سرسید کو اس بات کا خود اعتراف تھا۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں:

"اس تفسیر (یعنی تفسیر القرآن) کے چھپنے اور مشتہر ہونے پر لوگوں نے مخالفت کی اور اس کی تردید میں کتابیں لکھیں میں نے ان پر کچھ التفات نہیں کیا اور نہ دیکھا۔ کیونکہ میں سمجھتا تھا کہ انہوں نے کیا لکھا ہوگا۔"

(سرسید احمد خان تفسیر القرآن مع اصول تفسیر صفحہ 2 مطبوعہ دوست ایسوسی ایٹس الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور 1998ء)

اس صورت حال میں ڈاکٹر حنیف فوق نگران کا مقالہ کا یہ لکھنا۔

"سید محبوب شاہ نے جس دیدہ ریزی سے اپنے پیش نظر مواد کا مطالعہ کیا اور جس طرح استنباط نتائج کی طرف توجہ کی ہے وہ بھی لائق توجہ ہے۔" (سرسید احمد خان اور علی گڑھ کے ناقدین کا تحقیقی جائزہ صفحہ 8)

سید محبوب شاہ صاحب سرسید کے رسالوں "الدعا والاستجابۃ" اور "تحریر فی اصول التفسیر" کے رد میں حضرت مرزا صاحب کی کتاب "برکات الدعاء" پر کہیں اپنے خیالات کا اظہار کیا اور کہیں بغیر تبصرہ چھوڑ دیا ہے۔ اسی طرح اکثر مقامات پر بات کو ادھورا پیش کر دیا ہے۔ ایسے تمام مقامات کو موصوف نے نمبر وار ایک (۱) تا چودہ (۱۴) درج کیا ہے۔ ذیل میں اُن کی ترتیب کے لحاظ سے محاکمہ پیش کیا جاتا ہے

اس شق نمبر 1 میں ڈاکٹر سید محبوب شاہ صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے درج ذیل فارسی اشعار درج کر کے لکھتے ہیں کہ آپ نے رسالے کی ابتداء ان اشعار سے کی ہے۔

اے اسیر عقل خرد بر ہستی خود کم بناز
کیں سپہر بو العجائب چوں تو بسیار آورد

غیر را ہر گز نمے باشد گذر در کوئے حق
ہر کہ آید ز آسماں اور از آں یار آورد

جن کا اردو ترجمہ درج ذیل ہے۔ (اگرچہ شاہ صاحب نے ترجمہ درج نہیں کیا):

اے اپنی عقل کے قیدی اپنی ہستی پر ناز نہ کر کہ یہ عجیب آسمان تیری طرح کے بہت سے آدمی لایا کرتا ہے۔

خدا کے کوچہ میں غیر کو ہرگز دخل نہیں ہوتا جو آسمان سے آتا ہے وہی اس یار کے اسرار ہمراہ لاتا ہے۔

لیکن شاہ صاحب نے کل تین اشعار میں سے تیسرا شعر درج نہیں کیا اور نہ ہی پہلے دو اشعار کا کوئی تنقیدی جائزہ لیا ہے۔

تیسرا شعر یہ ہے:

خود بخود فہمیدنِ قرآن گمان باطل است
ہر کہ از خود آورد او نجس و مردار آورد

ترجمہ: آپ ہی آپ قرآن کو سمجھ لینا ایک غلط خیال ہے جو شخص پاس سے اس کا مطلب پیش کرتا ہے وہ گندگی اور مُرداری کو پیش کرتا ہے۔

اگرچہ بقول شاہ صاحب وہ فارسی میں ید طولیٰ نہ حاصل کر سکے لیکن ساتویں جماعت تک گلستان، بوستان، مثنوی مولانا روم، کلام حافظ شیرازی اور منظومات بوعلی شاہ صاحب سے استفادہ کرنے لگے تھے۔ سرسید احمد خان اور علی گڑھ تحریک کے ناقدین کا تحقیقی جائزہ صفحہ 9) لیکن شاہ صاحب نے ان اشعار کا ترجمہ کیا ہے اور نہ ان پر کوئی تبصرہ کیا ہے۔

شق نمبر 2، 3 اور 4 ان تینوں نمبروں پر شاہ صاحب نے حضرت مرزا صاحبؑ کی دو عبارتیں درج کیں ہیں۔ اُن کو نقل کرنے میں احتیاط نہیں برتی گئی۔ تاہم جہاں الفاظ آگے پیچھے ہیں یا چھوٹ گئے ہیں۔ انہیں نقل مطابق اصل کی شکل میں لانے کے لئے ہم نے وہ عبارت بریکٹ میں لکھ دی ہے۔

"اس تمام تحریر سے جس کو ہم نے بطور خلاصہ اوپر لکھ دیا ہے۔ ثابت ہوا کہ سید صاحب کا یہ مذہب ہے دعا ذریعہ حصولِ مقصد نہیں ہو سکتی اور نہ تحصیلِ مقاصد کے لئے اس کا کچھ اثر ہے اور اگر دعا کرنے سے کسی داعی کا فقط یہی مقصد ہو کہ بذریعہ دعا کوئی سوال پورا ہو جائے تو یہ خیال عبث ہے کیونکہ جس امر کا ہونا مقدر (نہیں۔ شاہ صاحب نے یہ فالتو لفظ شامل کیا اُس کے لئے (دعا کی حاجت نہیں اور جس کا ہونا مقدر نہیں ہے) تضرع و ابتہال بے فائدہ ہے۔ غرض اس تقریر سے بتمامتر صفائی کُھل گیا کہ سید صاحب کا یہی عقیدہ ہے کہ دعا صرف عبادت کے لئے موضوع ہے اور اس کو کسی دنیوی مطلب کے حصول کا ذریعہ قرار دینا طمع خام ہے۔"

"......اب واضح ہو کہ سید صاحب کو قرآنی آیات کے سمجھنے میں سخت دھوکہ لگا ہوا ہے۔ مگر ہم انشاء اللہ تعالیٰ اس دھوکے کی کیفیت کو اس مضمون کے آخر میں بیان کریں گے۔ اس وقت ہم نہایت افسوس سے یہ ظاہر کرتے ہیں کہ اگر سید

صاحب قرآن کریم کے سمجھنے میں فہم رسا نہیں رکھتے تھے کہ کیا وہ قانون قدرت بھی جس کی پیروی کا وہ دم مارتے ہیں اور جس کو وہ خدا تعالیٰ کی فعلی ہدایت اور قرآن کریم کے اسرار غامضہ کا مفسر قرار دیتے ہیں۔ اس مضمون کو لکھتے وقت ان کی نظر سے غائب تھا۔ کیا سید صاحب کو معلوم نہیں کہ اگرچہ دنیا کی کوئی خیر وشر مقدر سے خالی نہیں۔ تاہم قدرت نے اس کے حصول کے لئے ایسے اسباب مقرر کر رکھے ہیں۔ جن کے سچے اور صحیح (حضرت مرزا صاحبؑ نے ''صحیح اور سچے'' کے الفاظ تحریر کئے ہیں۔) میں کسی عقلمند کو کلام نہیں۔

''مذکورہ بالا تنقید وتبصرہ کی روشنی میں جب ان کے رسالے ''برکات الدعاء'' کا مطالعہ کیا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے مرزا صاحب نے سرسید کی صرف اس بات کو کہ ''دعا عبادت'' کی حیثیت رکھتی ہے۔ تنقید کا نشانہ بنایا اور ایک مضمون رسالے کی شکل میں تحریر کیا۔''
(سرسید احمد خان اور علی گڑھ تحریک کے ناقدین کا تحقیقی جائزہ صفحہ 140)

شاہ صاحب کی اس عبارت سے ایسے لگتا ہے جیسے تنقید وتبصرہ الگ ہے اور یہ تنقید کہ ''دعا عبادت'' ہے کوئی الگ چیز ہے جب کہ درج بالا تنقید وتبصرہ ''برکات الدعاء'' کا ہی حصہ ہے۔

اس کے بعد شاہ صاحب نے جو اعتراضات اُٹھائے ہیں وہ مع محاکمہ درج ذیل ہیں:

ا۔ ''یہاں مرزا صاحب کا یہ بیان کہ سرسید نے قرآنی آیات کو سمجھنے میں سخت دھوکہ کھایا ہے حقائق پر مبنی نہیں ہے اس لئے کہ مرزا صاحب نے اپنے رسالے برکات الدعا کو قرآن پاک اور احادیث رسولؐ سے واضح نہیں کیا۔ جب کہ سرسید نے اپنے موقف کو بہت زیادہ قرآنی آیات واحادیث مبارکہ صلعم سے ثابت کیا ہے اور مرزا صاحب نے صرف اپنے قلم کا زور بیان دکھایا ہے۔ وہ قرآن پاک اور احادیث طیبہ سے اپنی فکر کی سچائی ثابت کرنے سے قاصر رہے۔''

(ایضاً صفحہ 140)

شاہ صاحب کا اعتراض اور دفاعِ سرسید ایک سطحی اور غیر واقعی اعتراض اور دفاع ہے۔ یعنی ''حضرت مرزا صاحبؑ نے صرف اپنے قلم کا زور دکھایا ہے۔'' اور حضرت مرزا صاحب ''قرآن پاک اور احادیث طیبہ سے اپنی فکر کی سچائی ثابت کرنے سے قاصر رہے۔''

حضرت مرزا صاحب بے شک خدائی الہام کے مطابق ''سلطان القلم'' ہیں اور آپ کے قلم میں زورِ بیان کا ہونا لازمی ہے۔ باقی رہا فکر کی سچائی کا قرآن پاک اور احادیث طیبہ سے ثابت کرنا تو اس بارے میں حضرت اقدسؑ نے آغاز کلام میں ہی اجمالاً فارسی کلام میں بیان فرما دیا ہے کہ جسے شاہ صاحب نے عملاً اپنی کتاب میں نظر انداز کر دیا۔ جسے دوبارہ اس سے پہلے شعر کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے۔

غیر را ہر گز نمے باشد گذر در کوئے حق
ہر کہ آید ز آسماں رو رازِ آں یار آورد

خود بخود فہمیدن گمان باطل است

ہر کہ از خود آورد او نجس و مردار آورد

یعنی خدا کے کوچہ میں غیر ہرگز داخل نہیں ہوتا جو آسمان سے آتا ہے وہی اس یار کے اسرار ہمراہ لاتا ہے۔ آپ ہی آپ قرآن کو سمجھ لینا ایک غلط خیال ہے جو شخص اپنے پاس سے اس کا مطلب پیش کرتا ہے گندگی اور مرداری پیش کرتا ہے۔

ایسے لگتا ہے شاہ صاحب نے ''برکات الدعا'' کو خود دیکھنے کی تکلیف ہی گوارا نہیں کی۔ کسی دوسرے شخص سے اقتباسات نکلوا کر ''تنقیدی جائزہ'' لکھ ڈالا ہے۔ کیا موصوف کو درج ذیل مقامات پر قرآنی آیات کا کتاب ''برکات الدعا'' مصنفہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی صاحب مسیح موعود علیہ السلام میں اندراج واستدلال نظر نہیں آیا۔

صفحہ نمبر برکات الدعا	سورۃ قرآن پاک	آیت نمبر
5	المومن	41
12	المومن	41
13	ھود	47
	الانعام	43
18	الواقعہ	80
20	الشمس	9
	النجم	4
28	الجن	24
29	الرحمٰن	30
31	مریم	8
	الانعام	92

اسی طرح احادیث مبارکہ کا بھی اندراج ہے۔ ملاحظہ ہو صفحہ نمبر 19۔ علاوہ ازیں یہ چونکہ سرسید کے بارہ (۱۲) صفحاتی رسالہ ''الدعا والاستجابۃ'' اور ''تحریر فی اصول تفسیر'' پر تبصرہ وجواب ہے۔ اس الدعا الاستجابۃ کے آٹھ (۸) صفحات جن پر بیان مضمون سے اور باقی کے چار (۴) صفحات پر صرف قرآنی آیات بلا استدلال نقل ہیں وہ بھی حضرت اقدس کی کتاب کا حصہ ہی ہیں۔ لہذا شاہ صاحب کا اعتراض بے بنیاد ہے۔ یاد رہے کہ حضرت اقدس کی کتاب کے چالیس (۴۰) صفحات ہیں۔ جن میں اگر اضافہ کی تعداد کا شمار کیا جائے تو سرسید کے کل الفاظ مضمون سے کہیں زیادہ کی تعداد ہے۔ (باقی صفحہ 40 پر)

تعارف کتب

’’ضرورۃ الامام‘‘

(مرتبہ: مکرم فضل احمد شاہد صاحب)

ستمبر 1898ء میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے دو مرید تکالیف سفر اُٹھا کر قادیان پہنچے۔ ان میں سے ایک مرید نے حضور کو اپنے بہت سے الہامات سنائے جس سے آپ کو خوشی ہوئی کہ خدا تعالیٰ نے ان کو الہامات کا شرف بخشا ہے مگر انہوں نے سلسلہ الہامات میں ایک یہ خواب بھی سنائی کہ ’’میں نے آپ کی نسبت کہا ہے کہ میں ان کی کیوں بیعت کروں بلکہ انہیں میری بیعت کرنی چاہیے‘‘ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے ان کے اس خواب سے نتیجہ نکالا کہ وہ آپ کو مسیح موعود نہیں مانتے نیز یہ کہ وہ مسئلہ امامت حقہ سے بے خبر ہیں۔ اس پر آپ نے از راہ ہمدردی ایک رسالہ تحریر فرمایا۔ جس کا نام ’’ضرورت الامام‘‘ رکھا۔ اس رسالے کو حضور نے صرف ڈیڑھ دن میں لکھا۔ یہ رسالہ اکتوبر 1898ء میں شائع ہوا۔ اس رسالہ کے تعارف کے طور پر بعض خاص امور درج ذیل ہیں۔

امام الزمان کون ہے؟: اس کتاب میں آپ نے وضاحت فرمائی کہ امام الزمان کس کو کہتے ہیں۔ فرمایا ’’امام الزمان اُس شخص کا نام ہے کہ جس شخص کی روحانی تربیت کا خدا تعالیٰ متولی ہو کر اس کی فطرت میں ایک ایسی امامت کی روشنی رکھ دیتا ہے کہ وہ سارے جہان کی معقولیوں اور فلسفیوں سے ہر ایک رنگ میں مباحثہ کر کے ان کو مغلوب کر لیتا ہے۔ وہ ہر ایک قسم کے دقیق در دقیق اعتراضات کا خدا سے قوت پا کر ایسی عمدگی سے جواب دیتا ہے کہ آخر ماننا پڑتا ہے کہ اس کی فطرت دنیا کی اصلاح کا پورا سامان لے کر اس مسافر خانہ میں آئی ہے۔ اس لئے اس کو کسی دشمن کے سامنے شرمندہ ہونا نہیں پڑتا وہ روحانی...... سپہ سالار ہوتا ہے اور خدا تعالیٰ کا ارادہ ہوتا ہے کہ اُس کے ہاتھ پر دین کی دوبارہ فتح کرے۔‘‘ (صفحہ 6)

امام الزمان کی قوتیں: حضرت بانی جماعت احمدیہ نے اس رسالہ میں یہ بات بیان فرمائی کہ امام الزمان میں مندرجہ ذیل چھ قوتوں کا ہونا بہت ضروری ہے اور ان چھ قوتوں کے نمایاں امتیاز کی بناء پر کوئی شخص امام الزمان کہلاتا ہے۔

۱۔ قوت اخلاق: فرمایا: ’’چونکہ اماموں کو طرح طرح کے اوباشوں اور سفلوں اور بدزبان لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے اس لئے ان میں اعلیٰ درجہ کی اخلاقی قوت کا ہونا ضروری ہے تا ان میں طیش نفس اور مجنونانہ جوش پیدا نہ ہو اور لوگ اُن کے فیض سے محروم نہ رہیں۔‘‘ (صفحہ 7)

۲۔ قوتِ امامت: دوم قوت امامت ہے جس کی وجہ سے اس کا نام امام رکھا گیا۔ یعنی نیک باتوں اور نیک اعمال اور تمام الٰہی معارف اور محبت الٰہی میں آگے بڑھنے کا شوق یعنی روح اس کی کسی نقصان کو پسند نہ کرے اور کسی حالت ناقصہ پر

راضی نہ ہو اور اس بات سے اُس کو درد پہنچے اور دُکھ میں پڑے اور وہ ترقی سے روکا جاوے..... یہ دقیقہ معرفت یاد رکھنے کے لائق ہے کہ امامت ایک قوت ہے کہ اس شخص کو جوہر فطرت میں رکھی جاتی ہے۔ جو اس کام کے لئے ارادۂ الٰہی میں ہوتا ہے۔ (صفحہ 7۔8)

۳۔تیسری قوت بسطت فی العلم: تیسری قوت بسطت فی العلم ہے جو امامت کے لئے ضروری اور اس کا خاصہ لازمی ہے۔ چونکہ امامت کا مفہوم تمام حقائق اور معارف اور لوازم محبت اور صدق اور وفا میں آگے بڑھنے کو چاہتا ہے۔ اسی لئے وہ اپنے تمام دوسرے قویٰ کو اسی خدمت میں لگا دیتا ہے۔ اور رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا کی دعا میں ہر دم مشغول رہتا ہے۔ اور پہلے سے اس کے مدارک اور حواس ان امور کے لئے جوہر قابل ہوتے ہیں۔ اسی لئے خدا تعالیٰ کے فضل سے علوم الٰہیہ میں اس کو بسطت عنایت کی جاتی ہے اور اُس کے زمانہ میں کوئی دوسرا ایسا نہیں ہوتا جو قرآنی معارف کے جاننے اور کمالات افاضہ اور اتمام حجت میں اُس کے برابر ہو..... علوم حقہ کے جاننے میں نور فراست اس کی مدد کرتا ہے۔ اور وہ نوران چمکتی ہوئی شعاعوں کے ساتھ دوسروں کو نہیں دیا جاتا۔ (صفحہ 8)

''امام الزمان کو مخالفوں اور عام سائلوں کے مقابل پر اس قدر الہام کی ضرورت نہیں جس قدر علمی قوت کی ضرورت ہے۔'' (صفحہ 9)

چوتھی قوت عزم: ''چوتھی قوت عزم ہے جو امام الزمان کے لئے ضروری ہے اور عزم سے مراد یہ ہے کہ کسی حالت میں نہ تھکنا اور نہ نا اُمید ہونا اور نہ ارادہ میں سست ہو جانا۔ بسا اوقات نبیوں اور مرسلوں اور محدثوں کو جو امام الزمان ہوتے ہیں ایسے ابتلا پیش آجاتے ہیں کہ وہ بظاہر ایسے مصائب میں پھنس جاتے ہیں کہ گویا خدا تعالیٰ نے انہیں چھوڑ دیا ہے ...... ایسے وقتوں میں ان کا عزم آزمایا جاتا ہے۔ وہ ہرگز ان آزمائشوں سے بے دل نہیں ہوتے اور نہ اپنے کام میں سست ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ نصرت الٰہی کا وقت آجاتا ہے۔'' (صفحہ 10)

پانچویں قوت اقبال علی اللہ: ''پانچویں قوت اقبال علی اللہ ہے جو امام الزمان کے لئے ضروری ہے اور اقبال علی اللہ سے مراد یہ ہے کہ وہ لوگ مصیبتوں اور ابتلاؤں کے وقت اور نیز اُس وقت کہ جب سخت دشمن سے مقابلہ آپڑے اور کسی نشان کا مطالبہ ہو اور یا کسی فتح کی ضرورت ہو اور یا کسی کی ہمدردی واجبات سے ہو۔ خدا تعالیٰ کی طرف جھکتے ہیں اور پھر ایسے جھکتے ہیں کہ اُن کے صدق اور اخلاص اور محبت اور وفا اور عزم لا ینفک سے بھری ہوئی دعاؤں سے ملاء اعلیٰ میں ایک شور پڑ جاتا ہے۔'' (صفحہ 10۔11)

چھٹی قوت کشوف اور الہامات: ''چھٹے کشوف اور الہامات کا سلسلہ ہے جو امام الزمان اکثر بذریعہ الہامات کے خدا تعالیٰ سے علوم اور حقائق اور معارف پایا جاتا ہے اور اُس کے الہامات دوسروں پر قیاس نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ وہ کیفیت اور کمیت میں اس اعلیٰ درجہ پر ہوتے ہیں جس سے بڑھ کر انسان کے لئے ممکن نہیں اور ان کے ذریعہ سے علوم کھلتے ہیں۔

اور قرآنی معارف معلوم ہوتے ہیں اور دینی عقدے اور معضلات حل ہوتے ہیں اور اعلیٰ درجہ کی پیشگوئیاں جو مخالف قوموں پر اثر ڈال سکیں ظاہر ہوتی ہیں۔ غرض جو لوگ امام الزمان ہوں اُن کے کشوف اور الہام صرف ذاتیات تک محدود نہیں ہوتے بلکہ نصرت دین اور تقویت ایمان کے لئے نہایت مفید اور مبارک ہوتے ہیں اور خدا تعالیٰ اُن سے نہایت صفائی سے مکالمہ کرتا ہے اور اُن کی دُعا کا جواب دیتا ہے۔ (صفحہ 12)

سچے الہام کی علامات : حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے اس رسالہ میں سچے الہامات کی علامات بیان فرمائی ہیں جو درج ذیل ہیں۔

''(1) وہ اس حالت میں ہوتا ہے کہ جب کہ انسان کا دل آتش درد سے گداز ہو کر مصفا پانی کی طرح خدا تعالیٰ کی طرف بہتا ہے۔'' (صفحہ 18)

''(2) سچا الہام اپنے ساتھ ایک لذت اور سرور کی خاصیت لاتا اور نامعلوم وجہ سے اسے یقین بخشتا ہے اور ایک فولادی میخ کی طرح دل کے اندر پھنس جاتا ہے اور اس کی عبارت فصیح اور غلطی سے پاک ہوتی ہے۔ (صفحہ 18)

''(3) سچے الہام میں ایک شوکت اور بلندی ہوتی ہے اور دل پر اس سے مضبوط ٹھوکر لگتی ہے اور قوت اور رعب ناک آواز کے ساتھ دل پر نازل ہوتا ہے۔''

(صفحہ 18)

''(4) سچا الہام خدا تعالیٰ کی طاقتوں کا اثر اپنے اندر رکھتا ہے اور ضرور ہے کہ اس میں پیشگوئیاں بھی ہوں اور وہ پوری بھی ہو جائیں۔'' (صفحہ 18)

''(5) سچا الہام انسان کو دن بدن نیک بناتا جاتا ہے اور اندرونی کثافتیں اور غلاظتیں پاک کرتا ہے اور اخلاقی حالتوں کو ترقی دیتا ہے۔'' (صفحہ 18)

''(6) سچے الہام پر انسان کی تمام اندرونی قوتیں گواہ ہو جاتی ہیں اور ہر ایک قوت پر ایک نئی اور پاک روشنی پڑتی ہے اور انسان اپنے اندر ایک تبدیلی پاتا ہے اور اس کی زندگی مر جاتی ہے اور نئی زندگی شروع ہوتی ہے اور وہ بنی نوع کی ایک عام ہمدردی کا ذریعہ ہوتا ہے۔'' (صفحہ 18)

''(7) سچا الہام ایک ہی آواز پر ختم نہیں ہوتا۔ کیونکہ خدا کی آواز ایک سلسلہ رکھتی ہے وہ نہایت ہی حلیم ہے جس کی طرف توجہ کرتا ہے۔ اس سے مکالمت کرتا اور سوالات کا جواب دیتا ہے اور ایک ہی مکان اور ایک ہی وقت میں انسان اپنے معروضات کا جواب پا سکتا ہے۔ گو اس مکالمہ پر کبھی فترت کا زمانہ بھی آ جاتا ہے۔'' (صفحہ 18۔19)

''(8) سچے الہام کا انسان کبھی بُزدل نہیں ہوتا اور کسی مدعی الہام کے مقابلہ سے اگرچہ وہ کیسا ہی مخالف ہو نہیں ڈرتا۔ جانتا ہے کہ میرے ساتھ خدا ہے اور وہ اس کو ذلت کے ساتھ شکست دے گا۔'' (صفحہ 19)

''(9) سچا الہام اکثر علوم اور معارف کے جاننے کا ذریعہ ہوتا ہے۔ کیونکہ خدا اپنے ملہم کو بے علم اور جاہل رکھنا نہیں چاہتا۔'' (صفحہ 19)

''(10) سچے الہام کے ساتھ اور بھی بہت سی برکتیں ہوتی ہیں اور کلیم اللہ کو غیب سے عزت دی جاتی ہے اور رعب عطا کیا جاتا ہے۔'' (صفحہ 19)

امام الزمان کی ضرورت: لوگوں کو ہر زمانہ میں امام کی ضرورت ہے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں ''ہم بیان کر چکے ہیں کہ امام الزمان اپنی جبلّت میں قوت امامت رکھتا ہے اور دستِ قدرت نے اس کے اندر پیشروی کا خاصہ پھونکا ہوا ہوتا ہے اور یہ سنت اللہ ہے کہ وہ انسانوں کو متفرق طور پر چھوڑنا نہیں چاہتا بلکہ جیسا کہ اُس نے نظام شمسی میں بہت سے ستاروں کو داخل کر کے سورج کو اس نظام کی بادشاہی بخشی ہے۔ ایسا ہی وہ عام مومنوں کو ستاروں کی طرح مراتب روشنی بخش کر امام الزمان کو اُن کا سورج قرار دیتا ہے۔ اور یہ سنت الٰہی یہاں تک اس کی آفرنیش میں پائی جاتی ہے کہ شہد کی مکھیوں میں بھی یہ نظام موجود ہے کہ ان میں بھی ایک امام ہوتا ہے جو یعسوب کہلاتا ہے اور جسمانی سلطنت میں بھی یہی خدا تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے کہ ایک قوم میں ایک امیر اور بادشاہ ہو'' (صفحہ 22)

چار نشان: حضرت بانی جماعت نے اس کتاب میں چار نشانوں کا بھی ذکر فرمایا: چنانچہ فرماتے ہیں:

''خدا نے مجھے چار نشان دیئے ہیں۔ (۱) مجھے عربی بلاغت فصاحت کا نشان دیا گیا ہے۔ کوئی نہیں کہ جو اس کا مقابلہ کر سکے۔ (۲) میں قرآن شریف کے حقائق معارف بیان کرنے کا نشان دیا گیا ہوں۔ کوئی نہیں کہ جو اس کا مقابلہ کر سکے۔ (۳) میں کثرت قبولیت دعا کا نشان دیا گیا ہوں اور کوئی نہیں جو اس کا مقابلہ کر سکے۔ (۴) میں غیبی اخبار کا نشان دیا گیا ہوں۔ کوئی نہیں کہ جو اس کا مقابلہ کر سکے۔ یہ خدا تعالیٰ کی گواہیاں میرے پاس ہیں۔'' (صفحہ 26)

قارئین کرام 49 صفحات پر مشتمل یہ کتاب اپنے اندر بے شمار حقائق و معارف رکھتی ہے اور حق کے پیاسوں کے لئے حیرت انگیز آب حیات ہے۔ سب کو چاہیئے کہ اس کتاب سے محبت کرتے ہوئے اسے مکمل طور پر پڑھیں اور اپنے ایمان اور معرفت کو تازہ کریں۔

نصاب سہ ماہی سوم

(جولائی تا ستمبر ۲۰۰۷ء)

1۔ ترجمہ قرآن کریم پارہ نمبر 6 نصف اوّل 2۔ ''ضرورۃ الامام'' از حضرت مسیح موعود علیہ السلام (روحانی خزائن جلد ۱۳) 3۔ ''ہستی باری تعالیٰ'' از حضرت مصلح موعود نصف آخر (انوار العلوم جلد ۶)

(مرسلہ قیادت تعلیم مجلس انصار اللہ پاکستان)

وہ مضموں سب سے بالا تر رہا ہے

(کلام: چوہدری محمد علی صاحب)

اندھیرا روشنی سے ڈر رہا ہے
مگر سورج کا چرچا کر رہا ہے

تمہارے نام کا تھا ذکر جس میں
وہ مضموں سب سے بالا تر رہا ہے

مبارک ہو ہمیں الفت کا الزام
یہ سہرا بھی ہمارے سر رہا ہے

صدی کے سر پہ ابھرا ہے جو ڈھل کر
وہ چہرہ آنسوؤں سے تر رہا ہے

یہی زندہ رہے گا درحقیقت
جو لمحہ مسکرا کر مر رہا ہے

دلِ ناداں کو بھی اب قتل کر دو
یہی اک شہر میں کافر رہا ہے

عدو جو بن رہا ہے آج اپنا
یہ کل تک غیر کا دلبر رہا ہے

علی المرتضیٰؓ کے شہسوارو!
وہ دیکھو سامنے خیبر رہا ہے

چھلک جائے وقت آنے پہ مضطرؔ!
یہ برتن قطرہ قطرہ بھر رہا ہے

نتیجہ امتحان سہ ماہی دوم 2007ء

قیادت تعلیم مجلس انصاراللہ پاکستان

مرسلہ: قیادت تعلیم مجلس انصاراللہ پاکستان

امتحان سہ ماہی دوم 2007ء میں 579 مجالس کے 9147 انصار نے شرکت کی۔ نمایاں پوزیشن حاصل کرنے اراکین کے اسماء درج ذیل ہیں۔ علاوہ ازیں 210 انصار نے اس امتحان میں نمایاں کارکردگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے **"خصوصی گریڈ A"** حاصل کیا۔ اللہ تعالیٰ یہ اعزاز اراکین کے لئے مبارک کرے اور مزید علمی ترقیات سے نوازے۔ آمین۔

اوّل: **مکرم منصور احمد لکھنوی** **(گلشن اقبال شرقی کراچی)**

دوم: **مکرم ڈاکٹر منصور احمد** **(جوہر ٹاؤن لاہور)**

مکرم انجینئر محمود مجیب اصغر **(دارالصدر شمالی انوار ربوہ)**

مکرم آرکیٹکٹ شعیب احمد ہاشمی **(گلشن اقبال غربی کراچی)**

مکرم نصیر احمد قریشی **(مغل پورہ)**

مزید اگلی دس پوزیشن حاصل کرنے والے انصار: مکرم عبدالسلام ارشد (چھاؤنی لاہور) مکرم میاں مجید الرحمٰن (جوہر ٹاؤن لاہور) مکرم عبدالرشید ساٹری (عزیز آباد کراچی) مکرم ملک محمود احمد اعوان (ڈیرہ اسمٰعیل خان) مکرم جاوید اقبال کاہلوں (چک 433 ج ب دھیرو کے ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ) مکرم بشارت احمد طاہر (کھاریاں گجرات) مکرم محمد توفیق (مغل پورہ لاہور) مکرم امتنان الٰہی ملک (گرین ٹاؤن لاہور) مکرم مبشر احمد کھوکھر (بیت الحمد راولپنڈی) مکرم میاں عبدالباسط (چکلالہ سکیم 3 راولپنڈی)

خصوصی گریڈ حاصل کرنے والے انصار:

لاہور: مکرم محمد یونس جاوید، مکرم اعجاز احمد محمود، مکرم لئیق احمد (دارالسلام) مکرم قریشی محمد کریم (شالامار ٹاؤن، باغبانپورہ) مکرم ناصر احمد بلوچ (مزنگ) مکرم سید لوید احمد بخاری (سمن آباد) مکرم شیخ مامون احمد (بیت الاحد) مکرم ڈاکٹر منصور احمد وقار، مکرم ملک مبارک احمد، مکرم رانا فضل الرحمٰن نعیم، مکرم شکور احمد (گرین ٹاؤن)، مکرم ڈاکٹر رمضان محمد زاہد، مکرم بشیر احمد، مکرم میاں محمد یوسف، مکرم چوہدری لطیف الور، مکرم نور الٰہی بشیر، مکرم عبدالقیوم، مکرم حفیظ احمد، مکرم مسعود احمد فاروقی، مکرم معین الدین، مکرم بشیر احمد، مکرم محمد سرور ظفر (مغلپورہ) مکرم ڈاکٹر محمد صادق جنجوعہ، مکرم عبدالقدیر خان، مکرم رانا محمد ارشاد جاوید (فیکٹری ایریا شاہدرہ) مکرم ماسٹر بشیر احمد (سلطانپورہ)، مکرم محمد شفیق، مکرم سلطان احمد بھٹی، مکرم محمد ظفر اقبال ہاشمی، مکرم محمد ارشاد (بیت التوحید) مکرم شیخ محمد اکرم اطہر، مکرم چوہدری حبیب اللہ مظہر، مکرم محمد قاسم بٹ، مکرم افتخار احمد مہار (نشاط کالونی) مکرم جاوید اقبال، مکرم کرنل عثمان احمد چوہدری (چھاؤنی) مکرم ارشاد احمد ورک، مکرم عبدالشکور (گلشن راوی) مکرم رفیق احمد خواجہ، مکرم حبیب اللہ شاد (جوہر ٹاؤن) مکرم محمد اسحاق چوہدری (بیت الاحد)

ضلع کراچی: مکرم عصمت اللہ کاہلوں (محمود آباد) مکرم محمد اسمٰعیل منہاس (کورنگی) مکرم چوہدری ناصر احمد گوندل، مکرم عبدالمجید ناصر مکرم مجیب

احمد ناصر، مکرم رشید الدین قمر ملک، مکرم ناصر احمد قریشی (النور) مکرم عبدالقیوم (نارتھ) مکرم ذکاء اللہ ڈھڈی، مکرم ریاض احمد شاہ، مکرم طارق احمد بھٹی، مکرم مقبول الٰہی ملک، مکرم محمد رمضان، مکرم محمد سرور (ڈرگ کالونی) مکرم منیر الدین بھٹی، مکرم صابر عمران ہاشمی (گلشن جامی) مکرم صوفی محمد اکرم (ڈرگ کالونی) مکرم چوہدری بشیر الدین، مکرم کرامت حسین مختار، مکرم چوہدری اعجاز احمد (ڈرگ روڈ) مکرم ڈاکٹر شوکت علی (اورنگی ٹاؤن) مکرم کمانڈر ناصر احمد (صدر) مکرم محمد عثمان خان (ڈیفنس)

<u>ربوہ:</u> مکرم نثار احمد طاہر، مکرم نثار اللہ ملک (دارالصدر شمالی الوار) مکرم شاہ محمد حامد گوندل، مکرم ڈاکٹر محمد رشید (طاہر آباد جنوبی) مکرم ناصر احمد، مکرم ناصر احمد ڈوگر (ناصر آباد شرقی) مکرم محمد صدیق خان، مکرم مقبول احمد (دارالعلوم وسطی) مکرم مجید احمد (دارالصدر شرقی ب) مکرم رؤف احمد بٹ (دارالعلوم شرقی نور) مکرم نذیر احمد باجوہ (دارالرحمت شرقی راجیکی) مکرم ڈاکٹر چوہدری محمد حامد (دارالیمن شرقی) مکرم میاں عبدالغفور طور، مکرم عباس علی شاکر (ناصر آباد غربی) مکرم حبیب احمد، مکرم غلام قادر، مکرم رشید احمد، مکرم ظفر اللہ (دارالیمن جنوبی احمد) مکرم حکیم محمد نسیم، مکرم تنویر الدین صابر، مکرم لعل الدین صدیقی، (دارالنصر غربی اقبال) مکرم محمد ارشد قریشی، مکرم عبدالرحمٰن عاجز (دارالرحمت وسطی) مکرم رفیع الدین بٹ، مکرم محمد رئیس طاہر (دارالنصر وسطی) مکرم عبدالبصیر (دارالیمن وسطی حمد) مکرم پروفیسر محمد انعام (دارالنصر غربی منعم) مکرم عبدالمنان، مکرم عبدالسمیع، مکرم قاسم محمود بھٹی، مکرم مرزا مظفر احمد، مکرم رانا محمد اکرم، مکرم شمس الدین (دارالفتوح غربی) مکرم خلیل احمد، مکرم انوار احمد باجوہ (طاہر آباد شرقی) مکرم محمد طفیل محسن (دارالرحمت شرقی بشیر) مکرم سید جماعت علی شاہ، مکرم منور احمد (دارالعلوم غربی خلیل) مکرم محمد مالک خضر (نصیر آباد رحمٰن) مکرم اللہ بخش (کوارٹرز تحریک جدید) مکرم محمد انور نسیم (دارالیمن وسطی سلام) مکرم بشارت فردوس احمد (دارالبرکات) مکرم بشیر احمد شاہد (دارالصدر غربی قمر) مکرم محمد رفیع (نصر آباد سلطان) مکرم نذیر احمد (دارالفضل شرقی) مکرم مقبول احمد (گولبازار) مکرم نصیر احمد (دارالعلوم غربی صادق)

<u>ضلع فیصل آباد:</u> مکرم انعام ہاشمی، مکرم اقبال مصطفیٰ (دارالذکر) مکرم کلیم احمد لقمان، مکرم حافظ محمد اکرام حفیظ، مکرم محمد رفیق خان (کریم نگر) مکرم زاہد مرزا منظور احمد بیگ، مکرم بشیر حسین تنویر، مکرم محمد اصغر عتیق، مکرم مظفر حسین (دارالحمد) مکرم خوشی محمد (گھسیٹ پورہ) مکرم میاں عبدالحفیظ (108 ج ب گوکھوال)

<u>ضلع راولپنڈی:</u> مکرم منور احمد خالد، مکرم مبارک احمد انور ندیم، مکرم توقیر احمد ملک، مکرم ملک بشیر، مکرم صادق مجید اللہ (واہ کینٹ) مکرم عبدالکریم باسط، مکرم محمد ثناء اللہ (النور) مکرم فیض احمد محسن، مکرم کیپٹن علم دین مشتاق (پشاور روڈ) مکرم چوہدری مبارک علی حسنات (مغل آباد)، مکرم چوہدری اقبال حسین (مسلم ٹاؤن)

<u>ضلع اسلام آباد:</u> مکرم عبدالمنان فیاض (اسلام آباد شرقی) مکرم ایم اے لطیف شاہد (اسلام آباد وسطی) مکرم رفیق احمد سعید، مکرم کوکب مقصود (اسلام آباد جنوبی)، مکرم سعید احمد ریحان (اسلام آباد شمالی)

<u>ضلع حیدرآباد:</u> مکرم نسیم احمد، مکرم بشیر احمد زاہد، مکرم اقبال احمد (حیدرآباد) مکرم محمود احمد مرزا (بشیر آباد)

<u>ضلع ملتان:</u> مکرم فضل الرحمٰن ملک، مکرم محمد لطیف ملک، مکرم غلام نبی، مکرم سعید احمد سعید، مکرم چوہدری اشتیاق احمد، مکرم ملک عبدالکریم، مکرم چوہدری عبدالمجید، مکرم مرزا نفیس احمد

صوبہ سرحد: مکرم انجینئر طاہر احمد، مکرم محمد اکرم (مردان) مکرم ڈاکٹر منظور احمد جونیئر، مکرم مبارک احمد اعوان (پشاور شہر)

متفرق: مکرم رفیق احمد بٹ (ڈسکہ ضلع سیالکوٹ) مکرم ماسٹر عبد الرحمٰن (نیکا پورہ ضلع سیالکوٹ) مکرم خواجہ مبارک احمد (کوٹری) مکرم ملک عبد السلام، مکرم چوہدری شریف احمد (سرگودھا) مکرم مبشر احمد چوہان (کھاریاں ضلع گجرات) مکرم شیخ ضیاء الرحمٰن، مکرم حمید اللہ باجوہ (ساہیوال) مکرم کفیل احمد ضیاء (منڈیالہ وڑائچ ضلع گوجرانوالہ) مکرم مرزا وسیم احمد (خانیوال شہر) مکرم ماسٹر نذیر احمد (58/3 ٹکڑا ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ) مکرم منصور احمد آرائیں (نواب شاہ) مکرم منور احمد ناصر (گوجرانوالہ شرقی) مکرم نذیر احمد خادم (184/7R ضلع بہاولنگر) مکرم خلیل احمد (ڈیرہ خلیل ضلع خوشاب) مکرم محمد اشرف (چک جھٹھہ ضلع گوجرانوالہ) مکرم محمد آصف محسن، مکرم جلال الدین شاد (سیالکوٹ شہر) مکرم نسیم احمد وسیم (میرپور خاص) مکرم مہر عبد المجید (جہلم شہر) مکرم محمد اعظم (ڈسکہ شرقی ضلع سیالکوٹ) مکرم منصور احمد خان، مکرم تنویر احمد (جناح ٹاؤن کوئٹہ) مکرم محمد سرور ابڑو (لاڑکانہ) مکرم منیر احمد منہاس (رحیم یار خاں شہر) مکرم ناصر احمد چوہدری، مکرم اقبال احمد اختر (چونیاں ضلع قصور) مکرم خالد محمود باجوہ (ہارون آباد ضلع بہاولنگر) مکرم ڈاکٹر محمد سلیم، مکرم یوسف علی خاور (327/HR ضلع بہاولنگر) مکرم سلطان محمود ملک، مکرم عزیز احمد (دوالمیال ضلع چکوال) مکرم کرامت اللہ (سانگھڑ شہر) مکرم دوست محمد (چک 543/E-B ضلع وہاڑی) مکرم سعید احمد (بہاولنگر)

(بقیہ از صفحہ 12) ترغیب احادیث میں موجود ہے۔ اس طرح ہر نیکی کا ثواب دس گناہ کے لحاظ سے سارے سال کے روزے ہو جاتے ہیں۔

انتیسواں مسئلہ: رمضان میں اگر کوئی سحری نہ کھا سکے اور اس طرح روزہ رکھنا اس کے لئے تکلیف مالا یطاق نہ ہو تو اسے بغیر سحری کے ہی روزہ رکھنا لازمی ہے کیونکہ رمضان میں بلا عذر شرعی روزہ رکھنا سخت گناہ ہے۔

تیسواں مسئلہ: مخلصانہ طور پر رمضان کے روزے رکھنے والے کو بشارت ہے کہ اس کے گناہ معاف ہو گئے ہیں اور اُسے اللہ تعالیٰ کا خاص قُرب حاصل ہو گیا ہے۔ جَعَلَنَا اللّٰہُ مِنْھُمْ... آمین یا ربّ العالمین۔

(ماخوذ: الفرقان ربوہ دسمبر 1967ء صفحہ 5 تا 8)

(بقیہ از 32) ۲۔ دوسرا اعتراض شاہ صاحب نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی درج ذیل عبارت پر کیا ہے۔ اگر چہ اسے اوپر درج کیا جا چکا ہے۔ لیکن دوبارہ درج کیا جاتا ہے:

''دنیا کی کوئی خیر و شر مقدر سے خالی نہیں تاہم قدرت نے اس کے حصول کے لئے ایسے اسباب مقرر کئے ہیں جن کے صحیح اور سچے اثر میں کسی عقلمند کو کلام نہیں۔''

''ایک عام بات ہے۔'' (سرسید احمد خاں اور علی گڑھ تحریک کے ناقدین کا تحقیقی جائزہ صفحہ 144)

عام بات سہی لیکن شاہ صاحب کی سمجھ سے یہ بھی بالا معلوم ہوتی ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ موصوف نے کسی خاص بات کا حوالہ ہی نہیں دیا اور نہ واضح کیا ہے کہ خاص بات کیا ہے۔ جس پر انہیں ناز ہے۔

جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا ہے کہ شاہ صاحب ادھوری باتیں لکھتے ہیں یہاں بھی حضرت اقدس نے جو مثالیں بیان کی ہیں ان کی طرف شاہ صاحب نے چار لفظی عبارت لکھ کر توجہ بھی نہیں دی اور آگے بڑھ گئے ہیں۔ چاہئے تو یہ تھا کہ ان کی تردید کرتے لیکن موصوف نے آگے بڑھ کر لاتعلق اور غیر ضروری بحثیں چھیڑ دی ہیں۔

(باقی آئندہ)